اکتوبر 2009ء
معارفِ رضا
مدیر اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری
مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی - پاکستان)
25- جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، پوسٹ بکس نمبر -7324، جی پی او صدر، کراچی -74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون : 2725150-21-92+ فیکس : 2732369-21-92+
ای میل imamahmadraza@gmail.com ویب سائٹ : www.imamahmadraza.net
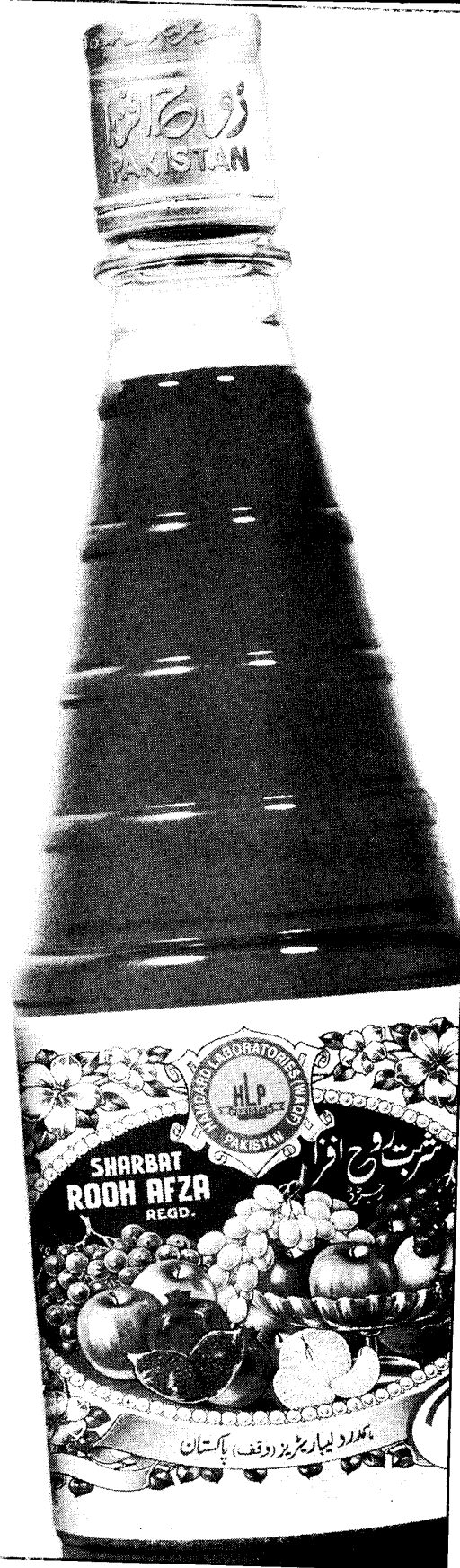
ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا انتیسواں ۲۹ سال

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

جلد: 29 شمارہ: 10

شوال المکرم ۱۴۳۰ھ / اکتوبر ۲۰۰۹ء

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ

رقم دستی یا منی آرڈر/بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214-حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامے میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارہ کی مجلسِ تحقیق و تصنیف کرے گی۔ (ادارتی بورڈ)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے

از: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام الشاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے
گر اُن کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

مچلا ہے کہ رحمت نے امید بندھائی ہے
کیا بات تری مجرم کیا بات بنائی ہے

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

یوں تو سب انھیں کا ہے پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص اُن کی کمائی ہے

زائر گئے بھی کب کے دِن ڈھلنے پہ ہے پیارے
اٹھ میرے اکیلے چل کیا دیر لگائی ہے

بازارِ عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا
سرکارِ کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ
رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دَم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو
منھ دیکھ کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے

اب آپ ہی سنبھالیں تو کام اپنے سنبھل جائیں
ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

حرص و ہوسِ بد سے دل تو بھی ستم کرلے
تو ہی نہیں بے گانہ دنیا ہی پرائی ہے

ہم دل جلے ہیں کس کے ہٹ فتنوں کے پرکالے
کیوں پھونک دوں اِک اُف سے کیا آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عِشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضؔا واللہ
صرف اُن کی رسائی ہے صرف اُن کی رسائی ہے

یا سیدی احمد رضا

نذرانۂ عقیدت بحضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ

علامہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری مظہری

کعبۂ اجسام کی جانب بڑھایا آپ نے
قبلۂ ایمان کا شیدا بنایا آپ نے

زندہ باد اے سیدی احمد رضا خاں زندہ باد
جامِ حُبِّ مصطفیٰ بھر بھر پلایا آپ نے

رحمتِ عالم سے باندھا تھا جو پیمانِ وفا
جان و دل سے زندگی بھر وہ نبھایا آپ نے

''عاصیو! آؤ مرے آقا کے در پر پڑ رہو''
مَرنے جینے کا سلیقہ یوں سکھایا آپ نے

سارے اردو ترجموں میں کنزِ ایماں لاجواب
ترجمہ قرآن کا وہ کر دِکھایا آپ نے

تھرتھرا کر نجدیت کے گر پڑے سارے ستون
نعرۂ تکبیر جب ان میں لگایا آپ نے

رہزنوں نے جب کہ پہنا رہ نماؤں کا لباس
اُن کے چہروں سے نقابوں کو ہٹایا آپ نے

دعویٔ توحید کے پردے میں توہینِ رسول
اُن کی اِس تلبیس کا چرخہ جلایا آپ نے

اے مجدد! اے محی الدین ثانی مرحبا
سومناتِ گاندھویت بھی گرایا آپ نے

قالبِ اسلام میں گر ہو یہودیت کی روح
نجدیت یہ چیز ہے، پردہ اُٹھایا آپ نے

عاشقِ شمعِ رسالت، اہلِ سنت کے امام!
قلبِ اختر حُبِّ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بسایا آپ نے

﴿اپنی بات﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا کا خطبۂ عید الفطر اور چند اہم مسائل

مدیر "معارفِ رضا" پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے قلم سے

اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دُعا کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (المائدہ: ۱۱۴)

ترجمہ: عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تُو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

اللہ عزوجل نے امتِ سیدنا عیسیٰ کے اصرار اور خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے باعث اُن کی اُمت پر خوانِ نعمت اُتار کر خوشیاں دیں۔ مائدۃ کے نزول پر جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو فرحت حاصل ہوئی اور انہوں نے خوشی کا اظہار کیا تو پھر اُمتِ محمدِ مصطفیٰ ﷺ آپ ﷺ کی آمد پر کیوں کر عید اور خوشی نہ منائے؟ بلکہ اس اُمت کو تو دوہری عید کی سعادت حاصل ہوئی کہ اول تو پیغمبر آخر الزماں ﷺ اس اُمت میں مبعوث ہوئے اور دوسرا، اللہ عزوجل کی آخری کتاب قرآنِ مجید کا نزول ہوا اور سینۂ امت میں اِس کی حفاظت کا بندوبست بھی کیا گیا۔

چنانچہ رمضان المبارک کے اختتام پر نزولِ قرآن کا شکرانہ دوگانہ نمازِ عید کی صورت میں اَدا کیا جاتا ہے۔ یہ اُمت کا وصفِ خاص ہے کہ ہر خوشی کے موقع پر اللہ اور اُس کے رسول کا ذکر کر کے شکرانہ ادا کیا جاتا ہے۔ مسلمان ایسے مواقع پر دوگانہ نماز ادا کر کے خوشی کا اظہار اور ابتدا کرتے ہیں، ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول کی حمد و ثنا بیان کر کے بھی اظہارِ خوشی کرتے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے متعلق یقیناً علمائے کرام سے حضور ﷺ کی احادیث ضرور سنی ہوں گی جس میں عیدالفطر کے فضائل اور مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔ راقم آپ کو آج عید الفطر کے متعلق امام احمد رضا کے "خطبۂ عید الفطر" کے چند اقتباسات مع ترجمہ بتانا چاہتا ہے جس میں آپ کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گا کہ جو خطبے عربی میں جمعہ یا عیدین پر پڑھے جاتے ہیں، وہ کن کن موضوع پر ہوتے ہیں اور ان میں کیا کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا نے عیدین کے حوالے سے طویل خطبے تحریر فرمائے ہیں جو "الخطبات الرضویہ" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں اور اکثر اہلِ سنّت کی مساجد میں خطبا حضرات امام احمد رضا کے خطبۂ جمعہ ہی پڑھتے ہیں اور اسی طرح عیدین کے موقع پر آپ کے خطبات پڑھے جاتے ہیں۔

یہاں قارئین حضرات کے لیے چند اہم اقتباسات تحریر کر رہا ہوں۔ تفصیل کے لیے "الخطبات الرضویہ" دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں چوں کہ خواتین جمعہ یا عیدین کی نمازیں مساجد یا عید گاہوں میں جاکر نہیں پڑھتی ہیں اور نہ ان پر جماعت کے ساتھ نماز واجب ہے چناں چہ اُن کے لیے خاص کر یہ بات بتانا چاہ رہا ہوں کہ جمعہ یا عیدین پر عربی میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے، تو اس میں کیا مضامین ہوتے ہیں۔ ان کے لیے عرض ہے کہ اس خطبہ میں تین جُز ہوتے ہیں۔ اول جُز میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی حمد و ثنا بیان کی جاتی ہے، دوسرے حصے میں آیتِ قرآنی اور چند احادیث کا ذکر ہوتا ہے اور تیسرے حصے میں کُل امت کے لیے دعاے خیر کی جاتی ہے۔ یہ خطبہ ہر کوئی عالم اپنے طور پر تیار کر سکتا ہے اور کرتے ہیں۔ چناں چہ بے شمار عربی خطبات شایع شدہ بھی دستیاب ہیں مگر امام احمد رضا اس فن میں بھی منفرد ہیں۔ وہ اس لحاظ سے کہ امام احمد رضا جس موضوع پر خطبہ لکھتے ہیں، اُسی موضوع اور علم کے اعتبار سے اس کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ چناں چہ آپ امام احمد رضا کے کسی بھی رسالے کا مطالعہ کریں، آپ علیہ الرحمۃ نے جس موضوع پر وہ رسالہ لکھا ہے، اس رسالہ کی ابتدا میں ایک خطبہ عربی زبان میں ضرور تحریر کیا ہے اور اس عربی خطبے میں آپ نے حمد و ثنا، حضور ﷺ کی تعریف و توصیف یا صحابہ کرام اور اولیاے کاملین کی تعریف میں اس علم کی مناسبت سے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ امام احمد رضا کو ہر علم و فن کی تمام تر اصطلاحات ازبر ہیں۔ اس کی

پہلی مثال کے لیے امام احمد رضا کے ایک رسالے کا خطبہ ملاحظہ ہو جو آپ نے عید کے موقع پر معانقہ کے جواز میں لکھا۔ اس رسالہ کا عنوان ہے:

"وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید" (۱۳۱۲ھ)

اس خطبے میں امام احمد رضا نے عید کے لفظ کو متعدد جگہ استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

الحمد اللہ الذی عید رحمتہ وسع کل قریب و بعید، و جعل اعیاد المؤمنین معانقۃ بصفر الوعد و عفو العید، وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علی من تعانق عید جمالہ بعید نوالہ، فوجھہ عید، ویدہ عید، یسعد بھم کُلُّ سعید، وعلی حزبَی الاٰل والاصحاب الذین ھما العیدان لایام الایمان، وعلیٰ کل من عانق جیدہ وِشاح الشھادتین بجمّان الایقان ما تعانق الملوان، وتوارد العیدان، ھَنّأَھم اللہ باعیاد الاسلام، وعید الرؤیۃ فی دار السلام، ولدیہ مزید، واللہ یبدئُ ویعید۔

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے، جس کی عیدِ رحمت ہر دور و نزدیک کو محیط ہے۔ اور جس نے اہلِ ایمان کی عیدوں کو صفائیِ وعدہ اور معافیِ وعدہ سے بغل گیر کیا۔ اور بہتر درود اور کامل ترین سلام ہو اُن پر جن کی عیدِ جمال (اُن کی) عیدِ جُود و نوال سے ہم آغوش ہے۔ جن کا چہرۂ زیبا بھی عید اور دستِ عطا بھی عید۔ ہر خوش نصیب ان دونوں سے فیروز مند ہے۔ اور ان کی آل و اصحاب دونوں جماعتوں پر جو ایامِ ایمان کی دو عیدیں

ہیں۔ اور ہر اس شخص پر جس کی گردن گوہر یقین سے آراستہ قلادۂ شہادتین سے ہمکنار ہے (یہ درود و سلام ہوں) جب تک روز و شب باہم بغل گیر اور دونوں عیدیں یکے بعد دیگرے ورود پذیر رہیں۔ اللہ انہیں عید ہائے اسلام اور جنت میں عیدِ دیدار کی مبارک باد سے نوازے۔''

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ امام احمد رضا نے لفظ ''عید'' کو خطبہ میں کتنی مرتبہ استعمال کیا اور ہر جگہ اس کے عمدہ نسبتیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ انفرادیت امام احمد رضا کو ان کے تمام ہم عصر علما و محققین میں ممتاز کرتی ہے۔ اب عید الفطر کے خطبے کے چند اقتباسات ملاحظہ کریں۔ اول حمدِ باری تعالیٰ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشّٰکِرِیْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کَمَا نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَعَ کُلِّ شَیْءٍ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یَبْقٰی رَبُّنَا وَیَفْنٰی کُلُّ شَیْءٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کَمَا یَنْبَغِیْ بِجَلَالِ وَجْهِهِ الْکَرِیْمِ وَ عَظِیْمِ سُلْطَانِهِ الْقَدِیْمِ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَمَا حَمِدَهُ الْاَنْبِیَاءُ وَالْمُرْسَلُوْنَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَعِبَادُ اللّٰهِ الصّٰلِحُوْنَ وَخَیْرًا مِّنْ کُلِّ ذٰلِکَ کَمَا حَمِدَهُ نَفْسَهُ فِیْ کِتَابِهِ الْمَکْنُوْنِ ط اَللّٰهُ اَکْبَرُ ط اَللّٰهُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ط اَللّٰهُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط

''تمام تعریفیں اللہ کو شکر کرنے والوں کی تعریف۔ تمام تعریفیں اللہ کو مثل اس کے کہ ہم کہیں اور بہتر اس سے کہ ہم کہیں۔ اللہ کے لیے ثنا ہر شے سے پہلے، اللہ کے لیے ثنا ہر شے کے بعد، اللہ کے لیے ثنا ہر شے کے ساتھ۔ الحمد للہ باقی رہے گا ہمارا رب اور فنا ہو گی ہر شے۔ اللہ کے لیے حمد مثل اس کے کہ اس کی غالب ذات عظمت کے لیے اور اس کی قدیم شہنشاہی کے مناسب۔ اور اللہ کے لیے حمد ویسی کہ تمام انبیا اور تمام رسولوں اور تمام مقرب فرشتوں اور اللہ کے کے تمام نیک بندوں نے اس کی حمد کی اور بہتر ان تمام سے جیسا کہ اس نے خود اپنی حمد کی اپنی کتاب محفوظ میں۔ اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا ہے، اللہ کے لیے سب تعریفیں۔''

اس کے بعد امام احمد رضا انتہائی تفصیل کے ساتھ حضور ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں۔ یہاں صرف ایک مختصر اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔ تفصیل کے لیے پورا خطبہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

وَاَفْضَلُ صَلَوٰتِ اللّٰهِ ط وَاَزْکٰی تَحِیَّاتِ اللّٰهِ ط عَلٰی خَیْرِ خَلْقِ اللّٰهِ وَسِرَاجِ اُفُقِ اللّٰهِ وَقَاسِمِ رِزْقِ اللّٰهِ ط اَلْمَبْعُوْثِ بِتَیْسِیْرِ اللّٰهِ وَرِفْقِ اللّٰهِ ط اِمَامِ حَضْرَةِ اللّٰهِ ط وَزِیْنَةِ عَرْشِ اللّٰهِ ط وَعُرُوْسِ مَمْلَکَةِ اللّٰهِ نَبِیِّ الْاَنْبِیَآءِ ط عَظِیْمِ الرَّجَآءِ ط عَمِیْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَآءِ ط مَاحِی الذُّنُوْبِ وَالْخَطَآءِ ط حَبِیْبِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ الَّذِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَآءِ ط نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ ط سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ ط وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ ط صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ ط ------------

''اور بڑی درودیں اور پاک اللہ کے سلام خدا کی بہترین مخلوق پر اور اللہ کے اُفق کے چاند اور بانٹنے والے خدا کے رزق کے جو بھیجے گئے اللہ کی طرف سے آسانی کے ساتھ اور نرم احکام کے ساتھ جو خدا کی درگاہ کے امام اور

عرشِ الٰہی کی زینت اور اللہ کی سلطنت کے دولہا ہیں جو تمام انبیا کے پیغمبر امید کے بڑے سخاوت و بخشش میں پورے، گناہوں اور معصیت کے مٹانے والے، زمین و آسمان کے رب کے حبیب ہیں جو اس وقت نبی تھے کہ آدم (علیہ السلام) پانی اور مٹی کے درمیان تھے، حرمین کے نبی، دونوں قبلوں کے امام، کونین کے سردار، اور دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ، قاب قوسین کے مالک۔"

حمد و صلوٰۃ کے بعد نفسِ مضمون "عید الفطر" کے حوالے سے عربی خطبے کا وہ حصہ جو خاص عید الفطر سے متعلق ہے، ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

اَمَّا بَعْدُ ؕ فَیَا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ رَحِمَنَا وَرَحِمَکُمُ اللہُ اِعْلَمُوْا اَنَّ یَوْمَکُمْ ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ یَوْمٌ یَتَجَلّٰی فِیْہِ رَبُّکُمْ بِاسْمِہِ الْکَرِیْمِ وَیَغْفِرُ فِیْہِ لِلصَّآئِمِیْنَ اَلَا وَلِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ الْاِفْطَارِ وَفَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَآءِ الرَّحْمٰنِ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَنَّۃِ بَابًا یُّقَالُ لَہُ الرَّیَّانُ لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا الصَّآئِمُوْنَ لِوَجْہِ الْکَرِیْمِ الْمَلِکِ الدَّیَّانِ ؕ اَللہُ اَکْبَرُ ؕ اَللہُ اَکْبَرُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ ؕ اَللہُ اَکْبَرُ ؕ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ اَلَا وَاِنَّ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؕ قَدْ اَوْجَبَ عَلَیْکُمْ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ عَلٰی کُلِّ مَنْ یَّمْلِکُ النِّصَابَ فَاضِلًا عَنِ الْحَاجَۃِ الْاَصْلِیَّۃِ عَنْ نَّفْسِہٖ وَعَنْ صِغَارِ الذُّرِّیَّۃِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِیْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ اَوْ زَبِیْبٍ ؕ اَلَا وَاِنَّھَا طُھْرَۃٌ لِّصِیَامِکُمْ عَنِ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَاَنَّ الصِّیَامَ مُعَلَّقَۃٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ حَتّٰی تُؤَدّٰی ھٰذِہِ الصَّدَقَۃُ فَاَدُّوْھَا طَیِّبَۃً بِھَا اَنْفُسُکُمْ تَقَبَّلَھَا اللہُ وَالصِّیَامَ مِنَّا وَمِنْکُمْ وَمِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ۔

"لیکن بعد اس کے، پس اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے۔ جان لو بے شک یہ تمہارا دن بڑا دن ہے، ایسا دن کہ اس میں تمہارا رب اپنے اسم کریم کے ساتھ تجلّی فرماتا ہے اور روزہ داروں کو اس میں بخشتا ہے، آگاہ ہو اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی رحمٰن سے ملنے کے وقت۔ خبردار ہو اور بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے اس کو ریان (بڑا سیراب کرنے والا) کہتے ہیں، اس میں نہیں داخل ہوں گے مگر وہ جو روزہ رکھتے ہیں (اللہ) غالب بادشاہ بدلہ دینے والے کی رضا کے لیے۔ اللہ عظمت والا ہے، اللہ عظمت والا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عظمت والا ہے، اللہ عظمت والا ہے اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔ سنو اور بے شک تمہارے نبی نے اللہ تعالیٰ ان پر درود و سلام نازل فرمائے، تحقیق واجب فرمایا ہے تم پر اس دن میں ہر اُس شخص پر جو مالک ہو نصاب کا درآں حالیکہ زائد ہو اصلی حاجت سے جانب سے اپنے نفس کے اور جانب سے اپنی چھوٹی (نابالغ) اولاد کے ایک صاع چھوہارے یا جو یا آدھا صاع گیہوں یا زبیب (منقی)۔ متنبہ ہو جاؤ! اور بے شک وہ (صدقہ) پاکی ہے تمہارے روزہ کے لیے لغو اور بیہودہ گوئی سے اور بے شک روزے زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں یہاں تک کہ ادا کیا جائے یہ صدقہ۔ پس ادا کرو اس کو درآں حالیکہ خوش رہے اس کے ساتھ تمہارا نفس، قبول فرمائے اللہ اس کو اور روزوں کو ہم سے تم سے اور اہلِ اسلام سے۔"

خطبے کے بالکل آخر میں دعائیہ کلمات بھی ملاحظہ کریں:

بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَّؤُفٌ الرَّحِيْمُ ط اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط

"برکت دے اللہ ہمارے لیے اور تمہارے لیے قرآن عظیم میں اور نفع دے ہم کو اور تم کو آیتوں حکمت والے ذکر کے ذریعہ۔ بے شک وہ غالب ذات بادشاہ غالب سخی بڑا قبول کرنے والا مہربان رحمت والا ہے کہتا ہوں اپنا یہ قول اور اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے اور باقی مومن مرد اور مومن عورتوں اور مسلم مرد اور مسلم عورتوں کے لیے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ بے شک وہی بخشنے والا رحم فرمانے والا اللہ عظمت والا ہے۔ اللہ عظمت والا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عظمت والا ہے اور اللہ عظمت والا ہے اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔"

قارئین کرام! آپ نے امام احمد رضا محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبۂ عید الفطر کے چیدہ چیدہ چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے جس میں امام احمد رضا نے قرآن و حدیث کے الفاظوں کو کتنی خوب صورتی کے ساتھ جملوں میں ڈھالا ہے کہ پڑھنے اور سننے میں بھی روانی محسوس ہوتی ہے اور اگر ہم کو اس کے معنی سمجھ آجائیں تو اس میں اور سرور پیدا ہو جائے۔ اسی لیے ترجمہ پیش کیا گیا ہے تاکہ عید کے موقع پر جب ہم اس کو سنیں تو ہمیں معلوم ہو کہ امام خطبے میں کیا مضمون پیش کر رہا ہے۔ آیئے اب چند اہم مسائل سے آپ کو آگاہ کروں تاکہ ہم عید الفطر کے مشاغل سنّت کے مطابق ادا کر سکیں۔ یہ تمام مسائل راقم نے امام احمد رضا محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل اور شاگردِ رشید علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی کی شہرۂ آفاق تصنیف "بہارِ شریعت" سے جمع کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے اصل کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ پہلے ملاحظہ ہوں چند احادیث کا ترجمہ جو عیدین کے مشاغل سے متعلق ہیں:

۱۔ جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے، اس کا دل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔

(سنن ابنِ ماجہ، حدیث 1782)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لائے، اس زمانے میں اہلِ مدینہ سال میں دو خوشی کرتے تھے (مہرگان و نیروز)۔ آپ نے فرمایا، یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے کہا، جاہلیت میں ہم ان دنوں میں خوشی کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہیں دیے، ایک عید الاضحیٰ اور دوسرا عید الفطر۔ (سنن ابی داؤد، حدیث 1131)

۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور عید الاضحیٰ کو نہ کھاتے جب تک نماز نہ پڑھ لیتے۔ (جامع ترمذی، حدیث 542)

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کو ایک راستے سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس ہوتے۔

(جامع ترمذی، حدیث 541)

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز دو رکعت پڑھی۔ نہ

اس سے قبل کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔

(صحیح بخاری، حدیث 964)

۶۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز پڑھی، نہ اذان ہوئی اور نہ اقامت۔ (صحیح مسلم، حدیث 2051)

اب پیش ہیں عیدین سے متعلق چند اہم اور ضروری مسائل۔

عیدین کی نماز (مردوں پر) واجب ہے مگر سب (مردوں پر) نہیں بلکہ انہی لوگوں پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعے کے لیے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت۔ اگر جمعہ میں خطبہ (عربی میں) نہ پڑھا تو جمعہ کی نماز ادا نہ ہوئی اور اگر عیدین میں خطبہ (عربی میں) نہ پڑھا تو نماز تو ہوگئی، مگر ترکِ سنّت کرکے بہت برا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ نماز سے قبل ادا کیا جاتا ہے اور عید کا خطبہ نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد۔ اور عیدین کا خطبہ اگر پہلے پڑھا تو ترکِ سنت کیا مگر نماز ہوگئی، لوٹائی نہیں جائے گی اور خطبے کا اعادہ بھی نہ ہوگا۔ عیدین میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت، نماز شروع کرنے سے قبل صفیں سیدھی کرتے وقت صرف دو بار اتنا کہنے کی اجازت ہے: "الصلوٰۃ جامعہ"۔ بلاوجہ عیدین کی نماز چھوڑنا گمراہی اور بدعت ہے۔ نمازِ عیدین کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے ضحوۂ کبریٰ (زوال) تک ہے مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

روزِ عید الفطر کے مستحبات:

حجامت بنوانا، ناخن ترشوانا، غسل کرنا، مسواک کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوش بُو لگانا، عید گاہ جلد جانا، نماز سے قبل صدقۂ فطر ادا کرنا، ایک راستے سے جانا، دوسرے سے واپس آنا، نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں (تین، پانچ، سات) کھالینا، کھجور نہ ہو تو کوئی میٹھی چیز چکھ لینا، آپس میں بغل گیر ہو کر مبارک باد (معانقہ) دینا اور تکبیر آہستہ پڑھنا جب کہ عید الاضحیٰ میں تکبیر باآوازِ بلند پڑھنا سنت ہے۔

عیدین کی نماز کا طریقہ

عیدین کی نماز صرف دو رکعت واجب مع ۶ تکبیر زائد کے پڑھی جاتی ہیں۔ نیت کر کے کانوں تک دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے، پھر ثنا پڑھے۔ ثنا کے فوراً بعد امام کی آواز "اللہ اکبر" کی آئے گی تو دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ چھوڑ دے، دوبارہ کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ چھوڑ دے۔ تیسری مرتبہ بھی کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور اب اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے۔ اب امام قرات کرے گا، اور پہلی رکعت مکمل کی جائے گی۔ جب دوسری رکعت کے لیے امام کھڑا ہو گا تو آپ بھی ساتھ کھڑے ہوں گے۔ دوسری رکعت میں پہلے امام قرأت کرے گا اور جب قرأت مکمل ہو گی تو امام کی آواز آئے گی "اللہ اکبر" تو مقتدی دونوں ہاتھ کانوں تک لے جائے اور "اللہ اکبر" کہتے ہوئے دونوں ہاتھ چھوڑ دے۔ دوبارہ ایسا ہی کرے اور تیسری بار بھی ایسا ہی کرے۔ چوتھی بار اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور نماز دوگانہ مکمل کرے۔ اس کے بعد خطبہ سنے اور دعائے خیر کے بعد معانقہ کرتے ہوئے اپنے دائیں بائیں لوگوں کو عید الفطر کی یا عید الاضحیٰ کی مبارک باد دے۔

اللہ عزوجل تمام مسلمانوں کو عیدِ سعید مبارک کرے۔ آمین۔

تفسیرِ رضوی

سورة البقرة

معارف قرآن
من افاضات امام احمد رضا

گذشتہ سے پیوستہ — مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۴۱۶۵۔ عن أم المومنين عائشة الصديقة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: ان رجلا قال لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو واقف على الباب وانا اسمع ، يا رسول الله! اِنی أُصبح جنباً وأنا أُريد الصيام، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: وأنا أُصبح جنباً وأنا أُريد الصيام فأغتسل وأصوم، فقال الرجل: يا رسول الله! اِنک لست مثلنا، قد غفر الله لک ماتقدم وما تأخر، فغضب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقال: اِنّی اَرجُو أنْ أخشَاكُمْ لِلّهِ وَأعْلَمَكُمْ بِمَا أتَّقِي.

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دروازۂ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی: اور میں سن رہی تھی، یا رسول اللہ! میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خود ایسا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی: حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے معافی عطا فرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہیے۔

﴿۳۴﴾ امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزے میں کوئی نقص نہیں آتا۔ ورنہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا، اور سکوت کیسا، اخیر کے ارشاد میں اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں، نہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہیے، اور پرظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے۔ جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہوئی تو موجب نقص ہوگی۔ اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی۔ لہٰذا ہمارے علمائے کرام نے انہیں احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزے کو کچھ مضر نہیں۔ فتاویٰ رضویہ ۶۱۶/۴

تلک حدود الله۔ سے سب احکامِ مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔

معالم میں ہے:

تلک الاحکام التی ذکرها فی الصيام والاعتکاف.

بیضاوی میں ہے:

ای الاحکام التی ذکرت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۱۸/۴)

(۱۸۹) يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِیَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ج وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. ☆

تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت (پچھلی دیوار) توڑ کر آؤ، ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیۂ کریمہ شاہد ہے کہ اہلِ اسلام کی نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری مہینے معتبر ہیں۔ مدارک شریف میں ہے:

مواقیت للناس الحج ای معالم یوقت بها الناس مزارعهم ومستاجرهم و محال دیونهم وصومهم وفطرهم وعدد نسائهم وایام حیضهن ومدة حملهن وغیر ذلک ومعالم للحج یعرف بها وقته.

عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیہ خفاجی علی البیضاوی میں ہے۔:

اجیبوا ببیان الغرض من هذا الاختلاف من بیان مواقیت العبادات و المعاملات و قال تبارک وتعالیٰ ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السموٰت و الارض منها اربعة حرم.

بے شک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتاب میں جس دن سے اس نے بنائے آسمان اور زمین۔ اس میں سے چار ماہ حرام ہیں۔ (ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ، محرم، رجب) یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہی بارہ مہینے قمری ہلالی عربی معتبر ہیں کہ چار ماہ حرام انہیں مہینوں میں ہیں۔ تو اہل اسلام کو انہیں کا اعتبار چاہیے کہ شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات ومعاملات انہیں پر مبنی ہیں۔

معالم میں ہے:

المراد منه الشهور الهلالیة و هی الشهور التی تعتد بها المسلمون فی صیامهم وحجهم واعیادهم وسائر امورهم.

نسفی میں ہے: المراد بیان ان احکام الشرع تبتنی علی الشهور القمریة المحسوبة بالاهلة دون الشمسیة.

ولہذا بحمد اللہ اب تک عامہ مسلمین اپنے عام امور میں انہیں شہور کو جانتے، انہیں پر مدار کار رکھتے ہیں کہ ان کے رب کے نزدیک مہینے یہی ہیں بلکہ حقیقتاً مہینہ کا لفظ انہیں پر صادق۔ مہینہ منسوب بماہ ہے شہر شمسی مہینہ نہیں، مہرینہ ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں زیر کریمہ ہے:

ان الله تعالیٰ امرهم من وقت ابراهیم واسماعیل علیهما السلام ببناء الامر علی رعایة السنة القمریة فهم ترکوا امر الله تعالیٰ فی رعایة السنة القمریة و اعتبروا السنة الشمسیة رعایة لمصالح الدنیا.

بلکہ اسی میں ہے:

قال اهل العلم الواجب علی المسلمین بحکم هذه الایة ان یعتبروا فی بیوعهم و دیونهم و احوال زکاتهم وسائر احکام السنة العربیة بالاهلة و لا یجوزلهم اعتبار السنة العجمیة و الرومیة اه.

اقول: فمن خلاف عندنا فی تاجیل العنین هل هو بالسنة القمریة هو المذهب، خزانه وغیرها وهو الصحیح، هدایه وغیرها وعلیه اکثر اصحابنا، ایضاح الکرمانی او بالسنة الشمسیة و هی روایة الحسن عن امامنا الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه و روایة ابن سماعة عن الامام محمد واختاره شمس الائمة السرخسی والامام فقیه النفس قاضی خان والامام ظهیر الدین المرغینانی "فتح" وقیل وبه یفتی. در المختار. و علیه اکثر المشائخ، محیط وعلیه الفتوی "خلاصة" اھ. من رد المختار و جامع الرموز. نعم عدم الجواز فی العبادات و العدد الشرعی مقطوع به مجمع علیه. والله تعالیٰ اعلم

بالجملہ اجارات وغیرہا معاملات میں مدار تعارف پر ہے۔ اور مسلمین میں متعارف یہی مہینے۔ عند الاطلاق انہیں کی طرف انصراف۔

﴿حواشی وحوالہ جات﴾

۲۱۶۵۔ السنن لابی داؤد، باب من اصبح جنبا فی شهر رمضان، ۲/ ۳۲۴

الصحیح لمسلم، باب صحة صوم طلع علیه الفجر الخ، ۱/ ۳۵۴

﴿جاری ہے.......﴾

۱۲۔ صفاتِ مومن

معارفِ حدیث
من افاضات امام احمد رضا

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

گذشتہ سے پیوستہ

(۵) مسلمان کی خیر خواہی ضروری ہے

۲۱۲۔ عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَ خِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔ فتاوٰی رضویہ حصہ دوم ۱۰۴/۹

(۶) مسلمان بھائی کو حتی الامکان فائدہ پہنچاؤ

۲۱۳۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یَّنْفَعَ اَخَاہُ فَلْیَنْفَعْہُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں جس سے ہوسکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ فتاوٰی رضویہ، حصہ دوم ۳/۹

(۷) مومن ایک مرتبہ ہی دھوکہ کھاتا ہے

۲۱۴۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لَایُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ فتاوٰی رضویہ ۳۹۵/۶

(۸) مومن شریف، اور کافر دغا باز ہوتا ہے

۲۱۵۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِیْمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن شریف وعظیم اور فاجر دغا باز و کمین ہوتا ہے۔ فتاوٰی رضویہ ۴۰۱/۷

(۹) اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کرو

۲۱۶۔ عن أبی أمامۃ الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِسْتَحِی مِنَ اللّٰہِ اِسْتِحْیَاکَ مِنْ رَجُلَیْنِ مِنْ صَالِحِی عَشِیْرَتِکَ.

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے شرم کر جیسی اپنے کنبے کے دو نیک مردوں سے کرتا ہے۔ فتاوٰی رضویہ ۱۷۶/۶

[۱] امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو کنبے کے دو مردوں سے تشبیہ نہیں۔ نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اتنی ہی حیا چاہیے جتنی دو مردوں سے۔ بلکہ اس مقدار حیا کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کرے تو معاصی سے روکنے کو کافی ہے۔

(۱۰) اللہ ورسول کے حق کی حفاظت کرو

۲۱۷۔ عن خولۃ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال

النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: رُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِیْمَا شَاۤءَ تْ نَفْسُہٗ مِنْ مَالِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لَیْسَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا النَّارُ.

حضرت خولہ بنت قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج اللہ ورسول کے مال میں اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق تصرف کرنے والے کتنے ہیں جنہیں قیامت کے دن آگ کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

(۱۱) مومن خود اپنے کو ذلت میں نہ ڈالے

۲۱۸. عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: نہی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم اَلْمُؤْمِنُ اَنْ یُذِلَّ نَفْسَہٗ. فتاوی رضویہ ۸/۳۰۲

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مؤمن کو ذلیل ہونے سے منع فرمایا۔

حوالہ جات

۲۱۲۔ المسند لابی داؤد الطیالسی، ۸/۲۶۸
☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱/۵۷
تاریخ دمشق لا بن عساکر، ۲/۲۶۱
☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/۱۷۶
شرح السنۃ للبغوی، ۱۳/۶۰
☆ الترغیب والترھیب للمنذری، ۲/۵۷۵
کنز العمال للمتقی، ۹۶، ۱/۴۱
☆ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۶/۲۹۱
السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی، ۴۳
☆ المسند لابی عوانۃ، ۱/۳۳
۲۱۳۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/۳۱۵
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۵۱۲

کنز العمال للمتقی، ۲۸۳۷۰، ۱۰/۶۲
☆ المصنف لابن ابی شیبۃ، ۷/۳۹۳
۲۱۴۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۲/۹۰۵
☆ الصحیح لمسلم، ۲/۴۱۳
حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۶/۱۲۷
☆ تاریخ بغداد للخطیب، ۵/۲۱۹
الشفاء للقاضی، ۱/۱۷۷
☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱۰/۵۳۰
مجمع الزوائد للھیثمی، ۸/۹۰
☆ مشکل الآثار للطحاوی، ۲/۱۹۷
البدایہ والنہایۃ لابن کثیر، ۳/۳۱۳
☆ کنز العمال للمتقی، ۸۳۰، ۱/۱۶۶
۲۱۵۔ الجامع للترمذی، البر، ۲/۱۸
☆ السنن لابی داؤد، الادب، ۲/۲۶۰
المستدرک للحاکم، الایمان، ۱/۴۳
☆ السنن الکبری للبیہقی، ۱۰/۱۹۵
التفسیر للقرطبی، ۷/۱۸۰
☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۵۴۸
۲۱۶۔ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۹/۲۰۷
☆ التفسیر لابن کثیر، ۸/۳۴
الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۶۵
☆ تاریخ واسط، ۲۳۲
۲۱۷۔ الجامع للترمذی. الزھد، ۲/۶۰
☆ المسند لاحمد بن جنبل، ۶/۳۷۸
۲۱۸۔ السنن لابن ماجہ، الفتن، ۲/۲۹۹

جاری ہے......

گزشتہ سے پیوستہ

رسالہ: انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ
(یارسول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں)

مصنف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ان سب باتوں کی تفصیل اور اس کی نمازِ مبارک کا دلائل شرعیہ و اقوال و افعالِ علما و اولیا سے ثبوتِ جلیل فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے رسالہ **انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار** میں ہے:

فعلیک بما تجد فیھا ما یشفی الصدور ویکشف العمیٰ والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

اس رسالے کا مطالعہ تجھ پر لازم ہے اس میں تو وہ کچھ پائے گا جو دلوں کو شفا دیتا ہے اور اندھے پن کو دُور کرتا ہے اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" میں فرماتے ہیں:

سیدی محمد غمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لیے جاتے تھے، ان کے جانور کا پاؤں پھسلا، باآواز پکارا **یا سیدی محمد یا غمری**، اُدھر ابنِ عمر حاکمِ صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کیے لیے جاتے تھے، ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سُنا، پوچھا یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا میرے شیخ۔ کہا میں ذلیل بھی کہتا ہوں **یا سیدی یا غمری لاحظنی** اے میرے سردار اے محمد غمری! مجھ پر نظرِ عنایت کرو۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ حضرت سیدی محمد غمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی، مجبورانہ ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔[۱۸]

اسی میں ہے:

سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حجرۂ خلوت میں وضو فرما رہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی، دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے جب تک وہ پہلی واپس آئے، ایک مدت کے بعد ملکِ شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے جب چور میرے سینے پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا **یا سیدی محمد یا حنفی**، اُسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینے پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہوگیا اور مجھے بہ برکتِ حضرت اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔[۱۹]

یوں ندا کرتی تھیں یا سیدی اَحْمَدُ یَا بَدْوِیُّ خَاطِرُکَ مَعِیْ اے میرے سردار اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے۔ ایک دن حضرت سیدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے فریاد کرے گی، تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحبِ تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے، اور جو کسی ولیِ کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی ندا پر اجابت نہیں کرتے، یوں کہہ **یا سیدی محمد یا حنفی**، کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالیٰ تجھے عافیت بخشے گا۔ ان بی بی نے یونہی کہا، صبح کو خاصی تندرست اُٹھیں، گویا کبھی مرض نہ تھا۔[۲۰]

اسی میں ہے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے:

من کانت لہ حاجۃ فلیأت الیٰ قبری ویطلب حاجتہ

اقضها له فان ما بيني وبينكم غير ذراع من تراب وكل رجل يحجبه عن اصحبه ذراع من تراب فليس برجل. [۲۱]

جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے میں رَوا فرمادوں گا کہ مجھ میں تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے وہ مرد کا ہے کا۔

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا:

كان رضى الله تعالىٰ عنه يقول انا من المتصرفين فى قبورهم فمن كانت له حاجة فليأت الىٰ قبالة وجهى ويذكرها لى اقضها له. [۲۲]

فرمایا کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرۂ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے میں روا فرمادوں گا۔

اسی میں ہے:

مروی ہوا ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالیٰ نے وضو فرماتے میں ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی، سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں اُن کے پاس تھی انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بد وضع نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی، لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیرو مرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا یوں ندا کی **يَا شَيْخَ اَبِيْ لَاحِظْنِيْ** اے میرے باپ کے پیر مجھے بچائیے۔ یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی لڑکی نے نجات پائی، وہ کھڑاؤں اُن کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔ [۲۳]

اسی میں سیدی موسیٰ ابو عمران رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لکھتے ہیں:

كان اذا ناداه مريده اجابه من مسيرة سنة او اكثر. [۲۴]

جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انھیں ندا کرتا جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔

حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی ''اخبار الاخیار'' شریف میں ذکرِ مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراہیم وعطاء اللہ الانصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ ''مبارکہ شطاریہ'' سے نقل فرماتے ہیں:

ذکرِ کشفِ ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست، یک طریق آنست یا احمد را در راستا بگوید و یا محمد را در چپا بگوید و در دل ضرب کند یا رسول اللہ۔ طریق دوم آنست کہ یا احمد را در راستا گوید و چپا یا محمد و در دل وہم کند یا مصطفیٰ۔ دیگر ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ شش طرفی ذکر کند کشف جمیع ارواح شود دیگر اسمائے ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند یا جبریل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل، چہار ضربی، دیگر ذکر اسمِ شیخ یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید کہ حرف ندا را از دل بکشد طرف راستا برد و لفظِ شیخ را در دل ضرب کند۔ [۲۵]

کشف ارواح کے ذکر یا احمد و یا محمد میں دو طریقے ہیں: پہلا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل پر یارسول اللہ کی ضرب لگائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل میں یا مصطفیٰ کا خیال جمائے۔ اس کے علاوہ دیگر اذکار یا محمد، یا احمد، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ کا چھ طرفی ذکر کرنے سے تمام ارواح کا کشف حاصل ہوجاتا ہے۔ مقرب فرشتوں کے ناموں کا ذکر بھی تاثیر رکھتا ہے، یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل کا چار ضربی ذکر کرے۔ نیز اسمِ شیخ کا ذکر کرتے ہوئے یا شیخ یا شیخ ہزار بار اس طرح کرے کہ حرف ندا کو دل سے کھینچتے ہوئے دائیں طرف لے جائے اور لفظِ شیخ سے دل پر ضرب لگائے۔ (ت)

حضرت سیدی نور الدین عبد الرحمٰن مولانا جامی قدس سرہ السامی

نفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا روّح اللہ روحہٗ نے قریبِ انتقال ارشاد فرمایا:

از رفتنِ من غمناک مشوید کہ نورِ منصور رحمہ اللہ تعالیٰ بعد از صدو پنجاہ سال بر روحِ شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ تجلی کرد و مرشد او شد۔ [۲۶]

ہمارے جانے سے غمگین مت ہوں کہ حضرت منصور علیہ الرحمہ کا نور ایک سو پچاس سال بعد شیخ فریدالدین عطار کی روح پر تجلی کرتے ہوئے اُن کا مرشد ہوگیا۔ (ت)

اور فرمایا:

در ہر حالتے کہ باشید مرا یاد کنید تا من شمارا مد باشم در ہر لباسے کہ باشم۔ [۲۷]

تم جس حالت میں رہو مجھے یاد کرو تا کہ میں تمہارا مددگار بنوں میں چاہے جس لباس میں ہوں۔ (ت)

اور فرمایا:

در عالم مارا دو تعلق ست، یکے بہ بدن و یکے بشما، وچوں بہ عنایتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرود مجرد شوم و عالم تجرید وتفرید روئے نماید آں تعلق نیز از آں شما خواہد بود۔ [۲۸]

دُنیا میں ہمارے دو تعلق ہیں، ایک بدن کے ساتھ اور دوسرا تمہارے ساتھ۔ جب حق تعالیٰ کی عنایت سے میں فرد مجرد ہو جاؤں گا اور عالمِ تفرید و تجرید ظاہر ہو جائے گا تو یہ تعلق بھی تمہارے لیے ہوگا۔ (ت)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں لکھتے ہیں:

وصلی علیک اللّٰہ یا خیر خلقہٖ — ویا خیر مامُول و یا خیرَ واھبِ
ویا خیر من یرجٰی لکشف رَزیۃ — ومن جودہٗ قد فاق جود السحائب
وانت مجیری من ھجوم مُلمَّۃٍ — اذا انشبت فی القلب شر المخالب

[۲۹]

اور خود اس کی شرح و ترجمہ میں کہتے ہیں:

(فصل یاز دہم در ابتہال بجناب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) رحمت فرستد بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترینِ خلقِ خدا، واے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود، اے بہترین عطا کنندہ واے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد برائے ازالۂ مصیبتے والے بہترین کسیکہ سخاوتِ او زیادہ است از باراں، بارہا گواہی میدہم کہ تو پناہ دہندۂ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتے کہ بخلاند در دل بدترین چنگالہارا۔ [۳۰] اھ ملخصاً

(گیارھویں فصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عاجزانہ فریاد کے بارے میں) اے خلقِ خدا سے بہتر! آپ پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے۔ اے بہترین شخص جس سے امید کی جاتی ہے اور اے بہترین عطا کرنے والے۔ اے بہترین شخص کہ مصیبت کو دُور کرنے میں جس سے اُمید رکھی جاتی ہے۔ اور جس کی سخاوت بارش پر فوقیت رکھتی ہے۔ آپ ہی مجھے مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں جب وہ میرے دل میں بدترین پنجے گاڑتی ہیں۔ (ت)

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں:

ذکر بعد حوادثِ زماں کہ دراں حوادث لا بدست از استمداد بروحِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ [۳۱]

بعض حوادثِ زمانہ کا ذکر جن حوادث میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ اقدس سے مدد طلب کرنا ضروری ہے۔ (ت)

اسی کی فصلِ اوّل میں لکھتے ہیں:

بہ نظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے۔ [۳۲]

مجھے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی نظر نہیں آتا کیونکہ ہر سختی میں غمزدوں کی پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔ (ت)

یہی شاہ صاحب قصیدہ ''مدحیہ حمزیہ'' میں لکھتے ہیں:

ینـادی ضـارعـاً لـخـضـوع قـلـبٍ

وذل وابتھال والتجاءِ رسول اللہ یا خیر البرایا

نـوالک ابتـغـی یـوم الـقـضـاءِ

اذا مـا حـلّ خـطـب مـد لھـم

فـانـت الـحـصـن من کـل البلاءِ

الیک تـوجّھـی وبک استـنـادی

وفیک مطامعی وبک ارتجائی۔ [۳۳]

اور خود ہی اس کی شرح و ترجمہ میں لکھتے ہیں:

فصلِ ششم در مخاطبۂ جناب عالی علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگیٔ دل و اظہارِ بے قدریٔ خود بہ اخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق کہ اے رسولِ خدا، اے بہترین مخلوقات عطائے ے خواہم روزِ فیصل کردن، وقتے کہ فرود آید کارِ عظیم درغایتِ تاریکی، پس توئی پناہ از ہر بلا، بسوئے تست رُو آوردنِ من و بہ تست پناہ گرفتنِ من و در تست امید داشتنِ من [۳۴] اھ ملخصاً۔

چھٹی فصل عالی مرتبت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنے کے بیان میں۔ آپ پر بہترین درود اور کامل ترین سلام ہو۔ ذلیل و خوار شخص شکستہ دل، ذلت و رسوائی، عجز و انکسار کے ساتھ پناہ طلب کرتے ہوئے یوں پکارتا ہے: اے اللہ تعالیٰ کے رسول، اے بہترینِ خلق! میں فیصلے کے دن آپ کی عطا کا طلب گار ہوں۔ جب انتہائی اندھیرے میں بہت بڑی مصیبت نازل ہو تو ہر بلا میں پناہ گاہ تو ہی ہے۔ میری توجہ تیری طرف ہے، تجھ ہی سے میں پناہ لیتا ہوں، تجھ ہی سے طمع و امید رکھتا ہوں اھ ملخصاً (ت)

﴿حوالہ جات﴾

[۱۸] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۴ الشیخ محمد الغمری مصطفیٰ البابی مصر ۲/۸۸۔

[۱۹] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۵ سیدنا و مولانا شمس الدین حنفی مصطفیٰ البابی مصر ۲/۹۵۔

[۲۰، ۲۱] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۵ سیدنا و مولانا شمس الدین الحنفی مصطفیٰ البابی مصر ۲/۹۶۔

[۲۲] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۹ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفیٰ البابی مصر ۲/۱۰۵۔

[۲۳] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۶ الشیخ مدین بن احمد الاشمونی مصطفیٰ البابی مصر ۲/۱۰۲۔

[۲۴] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۱۳ الشیخ موسیٰ المکنی بابی عمران مصطفیٰ البابی مصر ۲/۲۱۔

[۲۵] اخبار الاخیار ترجمہ شیخ بہاء الدین براہیم عطاء اللہ الانصاری مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۹۹۔

[۲۵، ۲۶، ۲۷] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین رومی کتاب فروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳۔

[۲۸] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین الرومی کتاب فروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳۔

[۲۹] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم مجتبائی دہلی ص ۲۲۔

[۳۰] ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,, ,,

[۳۱] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول مجتبائی دہلی ص ۲۔

[۳۲] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول مجتبائی دہلی ص ۴۔

[۳۳] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل ششم مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳۔

[۳۴] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل ششم مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳ و ۳۴۔

﴿جاری ہے......﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ سید سعادت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا

مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

زندگی و موت ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جو شے اِس دنیا میں پیدا ہوئی ہے، اُسے ایک دِن فنا ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری نوری رضوی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے دور کے ایک فقیہِ شہیر، عالم اجل، خلیفۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے وصال پر اُن کے صاحب زادۂ ذی وقار کو ایک تعزیتی مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''ہر عزیز کی موت پر صدمہ تو ہوتا ہی ہے، مگر ایسے عزیز کی موت کا غم جس کی موت گویا جہان کی موت ہے، کتنا عظیم صدمہ ہے۔''

(حیاتِ فقیہِ زمان از حافظ محمد عطاء الرحمن، مکتبۂ اعلیٰ حضرت، لاہور، ص:۱۲۹)

ہر انسان اور عزیز و اقارب کی موت پر صدمہ اور غم و افسوس ہونا فطرتِ انسانی میں داخل ہے لیکن کسی بھی گزر جانے والی شخصیت کا صدمہ و افسوس اور ماتم اُس کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اُس کی دینی، علمی، ملّی اور رفاہی خدمات کا دائرہ جس قدر وسیع ہوگا، اِسی اعتبار سے پس ماندگان کا اظہارِ غم ہوگا۔

گذشتہ تین ماہ سے ہم اہلِ سنّت پاکستان بھی کچھ ایسے ہی عظیم صدموں سے دوچار رہے ہیں۔ پیرِ طریقت حضرت شیخ محمد عارف ضیائی مدنی (م ۲۴/ اپریل ۲۰۰۹ء) وصال فرماگئے۔ استاذ دارالعلوم امجدیہ کراچی، حضرت علامہ حلیم احمد اشرفی (م ۹/ جون ۲۰۰۹ء) رختِ سفر آخرت باندھ گئے۔ علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید، لاہور (م ۱۲/ جون ۲۰۰۹ء) جامِ شہادت نوش کرگئے۔ استاذ الحفّاظ، حافظ الحدیث، مولانا محمد اصغر جلالی، کھاریاں (م ۱۵/ جون ۲۰۰۹ء) اللہ کو پیارے ہوگئے۔ استاذ العلما مولانا حاکم علی رضوی، صدر مدرس، دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ (م ۱۵/ جولائی ۲۰۰۹ء) کو راہیٔ عدم ہوئے اور اب ۲۶/ جولائی ۲۰۰۹ء، ہفتہ کے دن اہلِ سنّت و جماعت کے عظیم عالم، مصنّف، محقق، دانشور، مبلغِ اسلام حضرت علامہ سیّد سعادت علی قادری علی گڑھی ثم بدایونی ابن علامہ مولانا مفتی سیّد مسعود علی قادری ہمیں داغِ مفارقت دے کر اپنے ربِّ غفور و رحیم کے سایۂ رحمت میں آسودۂ جنت ہوگئے رحمہ اللہ رحمۃ الواسعۃ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قحط الرّجال کے اِس دور میں، بالخصوص اہلِ سنّت و جماعت کے حوالے سے اِن جلیل القدر علما کا یکے بعد دیگرے اُٹھ جانا، ایک ایسا

عظیم سانحہ ہے کہ یہ خلا برسوں پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے اور ہمیں اِن کا بہترین نِعمُ البَدَل عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

علامہ سیّد سعادت علی قادری، دارالعلوم نعیمیہ (کراچی) کے مُفتی اور شرعی عدالت پاکستان کے سابق جج علامہ مفتی سیّد شجاعت علی قادری مرحوم کے برادرِ اکبر تھے۔

مبلغِ اسلام علامہ سیّد سعادت علی قادری رحمہ اللہ ۱۹۳۵ء میں علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ علامۂ مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد حضرت علامہ مفتی سید مسعود علی قادری علیہ الرحمۃ کی زیرِ نگرانی مدرسۂ عالیہ قادریہ، بدایوں شریف (مؤسسہ حضرت علامہ مولانا مفتی فضل رسول عثمانی بدایونی قدس سرہ العزیز) میں حاصل کی جہاں اُن کے والدِ ماجد مدرّس اور مفتی تھے۔ بدایوں شریف میں مبلغِ اسلام مرحوم، مجاہدِ ملّت حضرت علامہ عبد الحامد بدایونی علیہ الرحمۃ کے پڑوسی تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت مبلغِ اسلام اپنے والدِ ماجد کے ساتھ ہجرت کر کے ملتان آگئے۔ یہاں غزالیِ دوراں حضرت علامہ سیّد سعید احمد کاظمی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ دارالعلوم انوار العلوم سے آپ نے فراغت حاصل کی۔ جب کہ آپ کے والدِ ماجد نے اسی دارالعلوم میں بطور استاذ فقہ و حدیث کی مسندِ درس سنبھالی۔ ۱۹۶۰ء میں اپنے والدِ ماجد کے ساتھ کراچی منتقل ہوگئے۔ کراچی میں آپ نے مسجدِ قصاباں، صدر میں خطابت و امامات کے فرائض بطریقِ احسن ادا فرمائے۔ اس دوران آپ نے کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ اے اسلامیات کی ڈگری بسندِ ممتاز حاصل کی۔ کچھ برس دہلی کالج اور میر کلاسو اسکول میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ درمیان میں ملتان چلے گئے۔ کچھ مدت انوار العلوم میں تدریس کی مگر پھر دوبارہ کراچی واپس آگئے۔ دورانِ تدریس آپ نے طلبا کی ذہن سازی اور کردار سازی پر خصوصی توجہ دی۔

آپ کی دل کش شخصیت، گفتار و کردار، علم دوستی، علمانوازی، علم پروری، خورد نوازی اور حُسنِ اخلاق نے بہت مختصر مدت میں اہلِ سنّت و جماعت کے ہر پیر و جوان کو متاثر کیا بالخصوص طلبا اور نوجوان طبقہ آپ کا بہت گرویدہ ہوگیا، انہی خوبیوں کی بنا پر ۱۹۶۴ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک نوجوانانِ اہلِ سنّت کو اپنے سیاسی، معاشی اور فکری اہداف کے حصول کی خاطر منظّم، متحرک اور فعال کرنے میں ان کا ایک کلیدی کردار رہا ہے جس کے نتیجہ میں بعد میں آگے چل کر کالج اور جامعات کی سطح پر پہلی بار انجمن طلباے اسلام کے نام سے اہلِ سنّت و جماعت کا ایک ہراول دستہ ۲۰؍ جنوری ۱۹۶۸ء کو معرضِ وجود میں آیا جس کے اوّل منتظمین اور اس کو فعال اور منضبط کرنے والوں میں مولانا جمیل احمد نعیمی، حاجی محمد حنیف طیب، یعقوب قادری ایڈوکیٹ، میاں فاروق مصطفائی صاحبان کی کاوشیں ناقابلِ فراموش ہیں۔ انجمن طلباے اسلام کی تاسیس سے تقریباً آٹھ سال قبل انجمن محبّانِ اسلام کے نام سے نوجوانانِ اہلِ سنّت کی ایک تنظیم تجرباتی اور تدریبی (Training) مقاصد کے لیے بنائی گئی تھی۔ اس کامیاب تجربہ کے بعد "انجمن طلباے اسلام" پہلے سندھ کی سطح پر کراچی، نواب شاہ، ٹنڈو محمد خاں اور بعد میں پنجاب اور پھر دوسرے صوبوں کے اہم شہروں میں قائم کی گئی۔ انجمن طلباے اسلام کے

قیام اور اس کو قومی سطح پر جماعات اور کالج میں فعال بنانے اور اسے منظم کرنے کے لیے اس وقت کے اکابرین علماے اہلِ سنّت بالخصوص علامہ سیّد سعادت علی قادری، علامہ عبدالحامد بدایونی، علامہ پیر قمرالدین سیالوی، علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبد المصطفیٰ الازہری، علامہ سیّد سعید احمد کاظمی، علامہ قاری مصلح الدین، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمہم اللہ کی مکمل تائید، سرپرستی، مشاورت اور تعاون ہر مرحلہ پر حاصل رہا۔

۱۹۶۶ء میں کراچی سے ماہنامہ ''ترجمانِ اہلِ سنّت'' کے اجرا سے کراچی اور سندھ کی سطح پر قیام پاکستان کے بعد پہلی بار جماعتِ اہلِ سنت و جماعت دنیائے صحافت میں بھرپور طریقے پر متعارف ہوئی۔ ۱۹۹۶ء سے ۱۹۷۸ء تک باقاعدگی سے ترجمانِ اہلِ سنّت کا اجرا ہوتا رہا۔ اس کی مجلسِ ادارت میں مختلف اوقات میں ردّ و بدل ہوتا رہا۔ مثلاً مفتی احمد میاں برکاتی، مولانا شفیع اوکاڑوی، مفتی سیّد شجاعت علی قادری، پروفیسر منیب الرحمٰن، جناب سید طارق علی قادری ایم۔اے، الحاج شمیم الدین، الحاج اختر الحامدی، سید شاہ تراب الحق قادری کے نام مجلسِ ادارت میں مختلف اوقات میں شایع ہوتے رہے، مگر مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب کا نام بطور مدیر و پبلشر ہر اشاعت میں شامل رہا اور نگران کی حیثیت سے حضرت علّامہ سعادت علی قادری علیہ الرحمۃ کا اسمِ گرامی ۱۹۷۰ء میں جنوبی امریکہ (سرینام) تبلیغ اسلام کے لیے ہجرت کر جانے کے کئی برس بعد (۱۹۷۴ء) تک شایع ہوتا رہا۔ ظاہر ہے کہ اس ماہنامے کا اجرا اس وقت (۱۹۶۶ء) کے اکابرین علما و زعماے اہلِ سنّت کے باہمی مشوروں سے ہوا، مگر بطورِ نگراں مبلغِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ اُن کا نام نامی کراچی سے ہجرت کرنے کے بعد بھی برسوں شایع ہوتے رہنا اس بات کا غماز ہے کہ اس کے اجرا کے اوّل مجوّز علامہ مرحوم ہی تھے۔ مرحوم صاحب بصیرت سیاسی رہ نُما تھے اس لیے آپ دل سے چاہتے تھے کہ اہلِ سنّت کا یہ ترجمان پابندی کے ساتھ شایع ہوتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرینام (جنوبی امریکہ) ہجرت کر جانے کے باوجود کسی نہ کسی طرح سے اس کی مشاورت اور نگرانی میں شامل رہے تاآنکہ بعد میں آنے والوں نے از خود ان کو جریدے کی سرپرستی سے نہ ہٹادیا اور اُن کا نام سرورق پر تحریر کرنا بند نہ کردیا۔ ترجمانِ اہلِ سنّت کی حاصل شدہ بعض فائلوں کے مطالعہ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ جب کراچی میں تھے، جب بھی اور یہاں سے ہجرت کر جانے کے بعد بھی، آپ کے مضامین اور خطوط مذکورہ جریدے میں شایع ہوتے رہے حتیٰ کہ بعض اداریے بھی آپ کے تحریر کردہ ملے۔ مشتے از خروارے ترجمان میں شایع شدہ آپ کے چند ایک اہم مضمون، اداریہ، خط وغیرہ زیرِ نظر معارفِ رضا میں شایع کیے جارہے ہیں تاکہ علامہ علیہ الرحمۃ کے طرزِ تحریر اور ان کی فکرِ صالح کی خوبیاں قارئین کرام پر واضح ہوجائیں۔ بین السطور اس دور کے سیاسی حالات، دینی عقاید و معاملات اور اہلِ سنّت میں نظم و ضبط اور ان کے باہمی اتحاد و اتفاق کا اندازہ ہو سکے۔

علامہ قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت اور بہترین قائدانہ صلاحیت کی شخصیت کے حامل تھے۔ وہ مدبّر تھے۔ تکبّر و غرور نام کو نہ تھا، عجز و انکساری کا پیکر اور عالمانہ وقار کا مظہر تھے۔ بڑوں سے بہ حدِ ادب اختلافِ راے رکھنے کے حق کے قائل تھے اور اپنے سے چھوٹوں کے لیے بھی

اس حق کی رعایت روا رکھتے تھے۔ وہ عملی انسان تھے۔ وہ جس طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ کے دینی مسلک پر قائم رہنے کے قائل تھے، اسی طرح اُن کے سیاسی اُصولوں پر مضبوطی سے گامزن رہنے کے داعی بھی تھے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں چلنے والی تحریکوں مثلاً تحریکِ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ پاکستان کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا، بل کہ آخر الذکر میں بہ ہوش و حواس خود بھی حصہ لیا تھا۔ وہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے سیاسی تدبر کے قائل تھے کہ سیاسی اور ملّی فیصلے جوش میں نہیں بل کہ ہوش، تحمل و بردباری، حکمتِ عملی اور دانش مندی سے کیے جاتے ہیں۔ انہی صلاحیتوں کی بنا پر وہ جمعیتِ علماے پاکستان اور مرکزی جماعتِ اہلِ سنّت پاکستان، دونوں کے سیکریٹری جنرل (ناظمِ اعلیٰ) کے عہدوں پر بیک وقت فائز رہے تاآنکہ انہیں بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر سرینام جنوبی امریکہ ہجرت کے وقت مجبوراً مستعفی ہونا پڑا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات ان کی قائدانہ صلاحیتوں کا امتحان بنے۔ انہوں نے جمعیت علماے پاکستان کے نمایندے کی حیثیت سے انتخاب میں حصہ لیا۔ انتخاب میں ایک منظم سیاسی جماعت کی حیثیت سے حصہ لینے کے لیے جس ہوش مندی، چابک دستی اور قوانینِ انتخاب سے بہ خوبی آگاہی کی ضرورت کارکنوں کے لیے ضروری ہے، علامہ مرحوم نے اپنے کارکنوں کو اس کے لیے پوری طرح تیاری کرائی اور ان کے اندر اپنے اخلاقِ عالیہ، شفقت اور خصوصی توجہ کے ذریعے ایثار و قربانی کی ایسی روح پھونک دی کہ اہلِ سنّت کے نو آموز کارکنوں نے کنونسنگ سے لے کر بیلٹ پیپر میں بیلٹ ڈالنے تک ہر مرحلہ پر ایسی شاندار کارکردگی دکھائی کہ دس دس، بیس بیس اور چالیس سال سے زیادہ قائم شدہ جماعتوں بالخصوص خوارجِ زمانہ کی منظم ترین جماعت معنون بہ "جماعتِ اسلامی" کے کارکنوں اور اُن کے سرپرستوں کے دانت کھٹے کردیے۔ اگرچہ علامہ مرحوم "جماعتِ اسلامی" کی روایتی دھونس اور دھاندلیوں کی بنا پر اُن کے نامزد امیدوار پروفیسر غفور احمد کے مقابل بہت معمولی ووٹوں سے کامیاب نہ ہوسکے، لیکن اپنے عمل اور کردار سے اپنی مخالف سیاسی جماعتوں پر اپنی قائدانہ صلاحیتوں کی دھاک بٹھانے اور خود کو بطور منجھے ہوئے سیاست داں کے منوانے میں بحمد اللہ کامیاب ہوگئے۔ ھذا من فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

جمعیت علماے پاکستان نے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پورے پاکستان میں پہلی بار حصہ لیتے ہوئے بہترین کارکردگی دکھائی تھی، اس نے اس وقت کے سیاسی مبصرین کو حیرت زدہ کردیا تھا اور یقیناً اس بہترین کارکردگی کا سہرا اس کی مجلسِ عاملہ بالخصوص اس کے صدر اور جنرل سیکریٹری کو جاتا ہے کہ انہوں نے کس عمدہ منصوبہ بندی، محنت اور توجہ کے ساتھ اپنے کارکنوں کی تربیت کی اور انہیں متحرک کیا۔

راقم نے چوں کہ اس دور میں خود بھی جماعتِ اہلِ سنّت کے ایک ورکر کی حیثیت سے جمعیت اور جماعت کی سرگرمیوں میں حصہ لیا تھا اس لیے فقیر کو حضرت علامہ مرحوم کی بہت سی خوبیوں کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جیسا کہ گذشتہ سطور میں مذکور ہوا۔ وہ دلائل کے ساتھ اختلافِ رائے رکھتے تھے اور دوسروں کے بھی اس حق کا احترام کرتے تھے۔ اس اختلافِ رائے کو آپس میں وجہِ

نزاع بنانے سے انہوں نے ہمیشہ گریز کیا اور نہ کبھی اسے اپنی اَنا کا مسئلہ بتایا۔ یہی وجہ تھی کہ تادمِ آخریں اکابر و اصاغر، دونوں کے ساتھ اُن کے معاملات احترام و عقیدت اور پیار و محبت کے قائم رہے۔ وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب تھے۔ اظہارِ مسلک کے موقع پر وہ مومنانہ فراست کا ثبوت دیتے تھے۔ عزم و عزیمت کے پیکر تھے۔ حالات پر اُن کی گہری نظر تھی، حالات کا تجزیہ کرتے تھے اور جو فیصلہ کرتے تھے استقامت کے ساتھ اس پر قائم رہتے تھے لیکن فریقِ مخالف سے کج بحثی میں اُلجھنے کی بجائے خاموش رہنے کو ترجیح دیتے تھے یا بصد احترام نہایت اختصار کے ساتھ اپنا مؤقف اختلافی مسئلہ پر بیان کر دیتے تھے۔

آپ سے شدید اختلافِ رائے رکھنے والوں کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ آپ نے ۱۹۷۰ء کے عشرے میں بڑا کام کیا۔ علما کو دعوتِ فکر و عمل دی، مشائخ کرام کو زاویوں سے نکال کر میدانِ عمل میں لائے۔ خواص کو جگایا، عوامِ اہلِ سنّت کو جھنجھوڑا اور ایسی موافق حال اور ایسی سازگار و مساعد فضا قائم کرنے میں اپنی اس وقت کی قیادت کے دست و بازو بنے کہ جہاں مل بیٹھنے کا وہم نہ تھا، وہاں ایسی زمین ہموار کر دی کہ اہلِ سنّت و جماعت میں نظمِ جماعت قائم ہو گیا۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ کسی شخصیت کی عظمت کا پیمانہ طویل عمر نہیں ہوتی بل کہ عمل ہوتا ہے۔ مبلغِ اسلام علامہ سیّد سعادت علی قادری علیہ الرحمۃ نے حقیقتاً کم سے کم مدت میں بڑا کارنامہ کر دکھایا۔ اُن کے ذہن میں اہلِ سنت و جماعت کی مسلکی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی ترقی کے لیے متعدد منصوبے تھے جس کا اظہار انہوں نے اپنے ساتھیوں جناب حاجی محمد حنیف طیّب صاحب، علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب، ظہور الحسن بھوپالی مرحوم، ایڈووکیٹ محمد یعقوب قادری صاحب اور دیگر حضرات سے متعدد بار کیا مگر افسوس کہ انہیں اپنے وطن سے ہجرت پر مجبور کیا گیا۔

یہاں بھی اُن کی شخصیت کا ایک عظیم پہلو سامنے آیا کہ انہوں نے اتحادِ ملّت کو اپنی ذات پر ترجیح دی۔ اس بات کا اشارہ ماہنامہ "ترجمانِ اہلِ سنّت" شمارہ اپریل ۱۹۷۳ء کے اس خط سے بھی ملتا ہے جو انہوں نے سرینام، جنوبی امریکہ سے ایک خط کے جواب میں تحریر کیا تھا۔ مراسلہ نگار نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا تھا کہ مبلّغِ اسلام کے بعد جماعتِ اہلِ سنّت کا شیرازہ نہ بکھر جائے لیکن تبلیغ کے لیے ہجرت کے صلہ میں اللہ عزوجل نے ان کی شخصیت کی ایک اور اہم صلاحیت کو آشکارا کیا، ایک کامیاب مبلغِ اسلام، ایک کامران صاحبِ دعوۃ و ارشاد کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آئے۔ سرینام، جنوبی امریکہ میں تقریباً ڈھیر صدیوں قبل برصغیر پاک و ہند کے نچلے طبقے کے مسلمان اور ہندو جن میں زیادہ تر محنت مزدوری کرنے والے اور کسان تھے، اور جو انگریز اور ڈچ کمپنیوں کے غلام بن کر وہاں پہنچ کر آباد ہوئے تھے، اپنے اصل دین سے تقریباً بے بہرہ ہو چکے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ قادیانیوں نے وہاں اپنا تبلیغی پروگرام بھی شروع کر رکھا تھا۔ ہندوستانی بالعموم اور مسلمان بالخصوص اپنی زبان، روایات اور مذہبی معمولات سب کچھ تقریباً فراموش کر چکے تھے۔ علامہ قادری مرحوم و مغفور نے ماہنامہ "ترجمانِ اہلِ سنّت" ج:۳، شمارہ:۳، ستمبر ۱۹۷۳ء، ص:۲۷ میں اپنے تحریر شدہ ایک مضمون میں سرینام میں آباد ہندوستانیوں کا نقشہ ان الفاظ

میں پیش کیا ہے:

"مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑ رہی ہے کہ ہندوستانی آج اپنی سو سالہ تاریخ کا جشن اس وقت منا رہے ہیں جب کہ دن بدن نہ صرف اپنی زبان، تہذیب اور مذہب سے نفرت کرتے ہیں بل کہ ان تینوں اہم چیزوں کو اختیار کرنا اپنے لیے باعثِ شرم جانتے ہیں۔

ہندوستانی زبان کا حال یہ ہے کہ ۸۰ فیصد گھروں میں نہیں بولی جاتی۔ ہندوستانی جب اپنے گھروں میں اپنی زبان بولنے سے شرم کرتے ہیں تو وہ اس ملک میں اس کو کیسے باقی رکھ سکتے ہیں۔ یہ بات عجب ہے کہ ہر ہندوستانی دوسری قوم کی زبان کو پسند کرتا ہے اور آپس میں بھی دوسری زبانوں میں گفتگو کرتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دفتروں، اسکولوں اور دوسرے ملکی کاموں کے وقت ملکی زبان (ڈچ) بولی جاتی لیکن گھروں میں باہمی گفتگو کے وقت صرف اپنی زبان بولی جاتی اور اس کو سیکھنے سکھانے کا بھی انتظام کیا جاتا تاکہ اس کے ختم ہونے کا خطرہ نہ رہتا۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہندوستانیوں کی اتنی بڑی تعداد ہونے کے باوجود آج پورے سرینام میں اردو کی چار سطریں صحیح لکھوانے والا نہیں مل سکتا۔ نوجوان نسل دن بدن اپنی زبان سے زائد نفرت کر رہی ہے۔ اس طرح چند دن میں ہندوستانی زبان اس ملک سے ایسی ختم ہو جائے گی جیسے آج قریبی ملک گیانا اور ٹرینڈاڈ میں ختم ہوگئی جہاں کے ہزاروں ہندوستانی نہ اردو بول سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔

یہی حال ہندوستانی تہذیب کا ہے کہ رہنے سہنے کے وہ طریقے جو ہمارے باپ دادا نے ہمارے لیے چھوڑے تھے، آج ہمارے گھروں میں ختم ہو چکے ہیں۔۔۔

صرف لباس ہی کو لیجیے، آج کوئی ہندوستانی مسلمان پاجامے میں نظر نہیں آتا اور کوئی ہندوستانی ہندو دھوتی نہیں باندھتا اور اس معاملے میں مردوں سے زیادہ افسوس ناک حالت عورتوں کی ہے جو ننگی پھرتی ہیں۔۔۔۔

مذہب کا یہ حال ہے کہ بزرگوں نے تو اپنے مذہب سے محبت کی بنیاد پر اس کو باقی رکھنے کے لیے اس ملک میں مسجدیں اور مندر بنائے لیکن افسوس آج اُن کی اولاد کو اس مذہب سے کوئی تعلق باقی نہ رہا۔ یہ حقیقت نہیں کہ سرینام کے سب مندر اور مسجدیں خالی پڑی رہتی ہیں۔"

مبلغ اسلام علیہ الرحمۃ کو سرینام میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں سے بھی واسطہ پڑا اور تبلیغی جماعت کی بدکاریوں کا بھی جواب دینا پڑا جیسا کہ اپنے ایک مضمون "ایک خط کے جواب میں" تحریر فرماتے ہیں:

"مرزائی میرے خلاف سازشیں کرتے ہیں لیکن سامنے آکر مناظرہ کرنے پر تیار نہیں ہوتے کیوں کہ ۶۵ء میں مولانا الشاہ احمد نورانی مرزائیوں کو مناظرے میں نہایت رُسوا کن شکست دے چکے ہیں۔ مرزائیوں کی تبلیغ سے نہ صرف اسلام بدنام ہوتا ہے بل کہ تبلیغ اسلام میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ٹیلی ویژن پر مرزائی عالم کی بیوی نہایت عریاں لباس میں آئی لیکن مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی کیوں کہ مرزا غلام احمد بھی بیوی کا ہاتھ پکڑے ٹہلا کرتے تھے۔ سرینام میں، میں نے تبلیغی کام مکمل کرنے کی غرض سے شعبۂ تعمیر، شعبۂ تنظیم اور شعبۂ تبلیغ قائم کیا۔

سرینام میں عید میلاد النبی کے شان دار پروگرام کی کامیابی کو مرزائیوں نے اپنی موت کا پیغام سمجھا اور مجھے

ملک سے نکالنے کے لیے لاکھ جتن کیے۔ سرینام میں مسلمانوں کی دُکانوں، گھروں اور گاڑیوں پر اسلامی جھنڈا (نبی کا جھنڈا) لہرا رہا ہے۔

اعلاے کلمۃ الحق مصائب و آلام کا مقابلہ کیے بغیر یہ ممکن نہیں۔ مجھے یہاں پہنچ کر مرزائیوں اور حاسدوں کی سازشوں کا زبردست مقابلہ کرنا پڑا۔ تبلیغی جماعت کی تبلیغ سے علماے اسلام اور عام مسلمان بدنام ہوتے ہیں اور اسلام نہایت ہی ناقابلِ قبول معمولی مذہب معلوم ہونے لگتا ہے۔ جو لوگ مسلمان ہوتے ہیں، ان میں نوے فیصد اسلام کو مذہباً نہیں، ضرورتاً قبول کرتے ہیں۔''

(ترجمان، ج:۲، شمارہ:۱۰، ص:۴۵ تا ۴۶)

غرضیکہ علامہ سیّد سعادت علی قادری رحمہ اللہ نے وہاں اس وقت آباد تقریباً سوا لاکھ ہندوستانیوں اور اتنے ہی تعداد میں آباد نیگروز میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بطریقِ احسن انجام دیا۔ آپ سے قبل (۱۹۳۶ء میں) خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے جاچکے تھے۔ مالی وسائل سے آراستہ باطل قوتوں مثلاً قادیانی، ان کی تقویت دہندہ تبلیغی جماعت و نیز عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں کے تدارک اور حق کی تبلیغ کے لیے قرآنی حکم اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ؕ [النحل۱۶: ۱۲۵] (ترجمہ: اور اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو) پر عمل کرتے ہوئے علامہ مرحوم نے جو مسلمان گمراہ ہوچکے تھے، انہیں صراطِ تقسیم پر گامزن کیا، جو مرتد ہوچکے تھے انہیں دوبارہ دائرۂ اسلام میں لائے، بہتیرے کفار و نصاریٰ کو اسلام کی دولت سے نوازا، ویران مسجدوں کو آباد کرنے کا اہتمام کیا۔ سرینام میں پہلی بار جشنِ عیدِ میلاد النبی ﷺ کے منانے کی بنیاد ڈالی گئی۔ وہاں آباد مسلمانوں کے دلوں میں حضورِ اکرم سیدِ عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس اور آپ ﷺ کی سنت سے محبت کے چراغ جلائے، گھر گھر اور گلی گلی نبی کی محبت کا جھنڈا لہرایا۔ لوگوں کو اپنی روز مرہ کی زندگی میں اسلامی شریعت پر عمل درآمد کے لیے آسان اور سادہ اصول عملاً تحریراً سکھلائے اور ڈیڑھ صدی سے مختلف قومیتوں، ادیان، بدمذہبی میں گھرے ہوئے ہونے کی بنا پر بگڑے ہوئے مسلم معاشرے میں سدھار پیدا کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں بروے کار لائے۔ وعظ و نصیحت، میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی محافل اور پمفلٹ اور آسان زبان میں کتابچوں اور اخباری مضامین و بیانات کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی سعی و کاوش کی جس کے چند برسوں میں انقلابی اثرات مرتب ہوئے۔

۱۹۷۵ء میں جب ڈچ تسلط سے سرینام آزاد ہوا تو آپ ہالینڈ منتقل ہوگئے جہاں انہوں ''القادریہ سینٹر'' کی بنیاد رکھی اور وہاں بھی تبلیغ کے ساتھ تصنیفی کام بھی تیزی سے جاری رکھا۔ مذکورہ خوبیوں کی بنیاد پر آج ہالینڈ، سرینام، امریکہ و افریقہ میں آپ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کے بعد سب سے ممتاز عالمِ دین اور مبلغ

اسلام تسلیم کیے جاتے ہیں۔

ایک صاحبِ طرز اور جدید اسلوب کے سہل نگار قلم کار کی حیثیت سے علمی، دینی اور سیاسی حلقوں میں آپ ایک معروف حیثیت کے حامل ہیں۔ بالخصوص اہلِ سنت و جماعت کے صاحبِ تصنیف علما کے درمیان آپ ایک بلند امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

آپ کی مضمون نویسی کا آغاز نہایت نو عمری سے اس وقت ہوا جب آپ اپنے دورِ طالبِ علمی میں مضمون نویسی کے مقابلے میں شریک ہونے لگے اور ہمیشہ اپنے ہم سبقوں پر سبقت لے جاتے۔ آپ کی پہلی کتاب "اسلامی عقائد" اس وقت منظرِ عام پر آئی جب آپ علی گڑھ اولڈ بوائز اسکول، کراچی میں استاد تھے۔ آپ کی یہ کتاب اسکول کے نصاب میں شامل ہوئی۔

آپ کے مضامین ہندوستان و پاکستان کے بعض جرائد اور روزناموں مثلاً "انجام" اور "جنگ" شایع ہوتے رہے ہیں اور قارئین کرام میں بہت مقبول ہوئے۔

یہ وہ وقت تھا جب صحافتی ادب سے ہمارے ادبا و علما تقریباً ناآشنا تھے۔ ماہنامہ "ترجمانِ اہلِ سنت" کراچی کا اجرا میدانِ صحافت اور میڈیا میں اہلِ سنّت کی ایک اہم پیش رفت تھی جس کی منصوبہ بندی کا سہرا بلاشبہ مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری مرحوم و مغفور کے سر ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے اس وقت کے ساتھ اور بعض اکابر علما و اہلِ قلم حضرات کی بھی معاونت اور سرپرستی شامل تھی جس میں یہ حضرات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی، برادران حضرت مولانا مفتی شجاعت علی قادری و سیّد طارق علی قادری، مولانا احمد میاں برکاتی، شاہ تراب الحق قادری، پروفیسر منیب الرحمٰن۔ اور اکابرین میں علامہ عبد الحامد بدایونی، علامہ قمر الدین سیالوی، علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، علامہ خلیل احمد برکاتی، مولانا اختر الحامدی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علامۂ مرحوم کی تصانیف کی تعداد کچھ زیادہ نہیں، تقریباً ایک درجن کے لگ بھگ ہے، لیکن اُن کے مقالات جو برصغیر پاک و ہند اور یورپ و افریقہ اور امریکہ کے مجلّوں اور جرائد میں وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہے، اُن کی تعداد اُن سے کہیں زیادہ ہوگی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے تمام مضامین / پمفلٹ کو جمع کیا جائے اور ان کے جو خطابات آڈیو اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں، ان سب کو ایڈٹ کر کے کتابی صورت میں شایع کیا جائے۔ یہ کام علامہ مرحوم مغفور کے صاحبزادہ ذی وقار مولانا سیّد عامر سعادت قادری اور ان کے والدِ گرامی کے مریدین و معتقدین تلامذہ و خلفا کر سکتے ہیں کیوں کہ یہ حضرات پاکستان، سرینام، ہالینڈ، یورپ اور افریقہ و امریکہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ کسی مصنف کی عظمت کا معیار یہ نہیں کہ اس نے کتنی کتابیں لکھی ہیں بل کہ اس کا معیار یہ ہے کہ اس کی تصانیف کس قدر معیاری، مستند، مفید اور معلومات افزا ہیں۔ علامہ ممدوح کی تقریباً تمام تصانیف اس پرکھ پر پوری اُترتی ہیں۔ راقم کی معلومات کے مطابق آپ کی مشہور

تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی عقائد
۲۔ جانِ عالم
۳۔ وراثتِ انبیا
۴۔ اچھا بر تاؤ
۵۔ مرض سے موت تک
۶۔ تبلیغی کتاب
۷۔ تئیس راتیں
۸۔ یوم الفرقان
۹۔ میری مائیں
۱۰۔ مقالاتِ قادری
۱۱۔ نام نہاد اسلامی انقلاب
۱۲۔ یاایھا الذین امنوا
(۲ جلدیں، ج:۱، ص:۷۲۸/ ج:۲، ص:۸۱۵)

محامد العلما حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی زید مجدہٗ نے "یاایھا الذین امنوا" کی جلد دوم پر اپنی تقریظ بنام "تبصرۂ برکاتی" میں نہایت خوب صورت انداز میں علامہ سید سعادت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تصانیف کا ذکر فرمایا ہے جو ہم قارئینِ کرام کے استفادہ کے لیے زیرِ نظر معارفِ رضا کے صفحات میں شامل کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ مبلغِ اسلام کے ایک ہالینڈ کے ساتھی حضرت علامہ مولانا محمد بدرالقادری صاحب کا بھی ایک تعریفی مضمون بھی ان شاءاللہ آیندہ معارفِ رضا میں شاملِ اشاعت کیا جائے گا۔ یہ مضمون مبلغِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کے مختلف گوشوں سے آگاہی بخشتا ہے۔

یوں تو علامہ مرحوم و مغفور کی جملہ تصانیف معنویت اور افادیت کی حامل ہیں اور ہر کتاب اپنی جگہ اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد اور علمی لحاظ سے وقیع، جامع، عصری ضرورت اور تقاضوں کے اعتبار سے انتہائی اہم اور افادیت سے بھرپور نظر آتی ہیں لیکن "یاایھا الذین امنوا" میں مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنے فکروذہن کی اعلیٰ صلاحیتیں اور زبان و قلم کی بہترین توانیاں سمودی ہیں۔ اگر یہ کہاں جائے کہ یہ کتاب اُن کی زندگی کا شاہ کار اور ان کی حیاتِ مستعار کا اہم ترین اور عظیم سرمایہ اور ان کی حیات بعد الممات کا بہترین ذخیرہ ہے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔

اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف ممدوح نے اپنا خونِ جگر جلا کر یہ تصنیف مکمل کی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخاطبین کی فکری سطح، ان کی دینی ضروریات اور ان کی نفسیات کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی تمام علمی، ادبی اور فنی کمالات کے مہرتاباں کی شعاعیں اس پر منعکس کی ہیں۔ فقہ، حدیث شریف اور قرآن کریم اور اصولِ تفسیر کے دشوار ترین مقامات و مسائل کو آسان، رواں اور سہل ممتنع میں پیش کرکے جہاں قارئین کو اس کی تفہیم کی دشواریوں سے بچایا ہے وہیں اردو زبان کے تفسیری اور دینی ادب میں ایک قیمتی اضافہ بھی کیا ہے جو علمائے دین کے علاوہ علمائے اردو ادب بالخصوص ناقدینِ فن کے لیے بھی ایک دعوتِ فکر ہے۔ بظاہر یہ کتاب قرآنِ حکیم میں "یاایھا الذین امنوا" کے خطاب سے شروع ۸۹ آیاتِ کریمہ کی ۹۰ مقالات پر مشتمل (ج:۱، ۴۴ مقالات + ج:۲، ۴۶ مقالات) قرآن کریم کی مذکورہ آیتوں کی اردو زبان میں ایک رواں دواں اور سلیس تفسیر ہے لیکن ان کی یہ

نگارشات دراصل انسانی بالخصوص مسلم معاشرے کے سدھار کے لیے علم و عمل کا ایک بہترین نمونہ بھی ہیں جو اُن کے دین اسلام اور دیگر ادیان کے وسیع مطالعہ، دنیا کے معروف خطوں کے تبلیغی دوروں کے تجربات اور مختلف النسل قوموں کے مشاہدات کا نچوڑ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں درج یوں تو علامہ قادری نور اللہ مرقدہ نے تمام مقالات ہی نہایت محنت، لگن اور خصوصی روحانی توجہ کے ساتھ تحریر کیے ہیں لیکن بالخصوص سورۃ الاحزاب کی آیۂ درود (آیت ۵۶ تا ۵۸) کی تفسیر پر مشتمل مقالہ نمبر ۶۵ نہایت ہی ایمان افروز اور مفید ہے۔ اس کی ابتداء، اس کا قلب اور اس کی انتہا کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ موصوف نے اس مقالہ کی تحریر کا سفر ایک وجدانی کیفیت میں طے کیا ہے۔ اس کی ہر ہر سطر اور ہر ہر لفظ، ایک سچے عاشقِ رسول کی دل کی آواز کا ترجمان ہے۔ قاری پڑھتے وقت ہجر و وصال کی تمام کیفیات اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہوا نہ جانے اشکِ رواں کے کتنے سیلابوں سے گزر کر آخرکار اس بارگاہِ محبوب کردگار ﷺ میں حاضر ہو جاتا ہے، جہاں وہ بارگاہِ قدس میں صبح و شام حاضری دینے والے فرشتوں کی کروڑوں درود اور لاکھوں سلام کی آوازیں اپنے دل کے کانوں سے سننے لگتا ہے۔

رحمتِ مجسّم سیّدِ عالم ﷺ کے کرمِ بے پایاں سے کوئی بعید نہیں کہ زیرِ نظر مقالہ کے مطالعہ کے بعد اس کا شوقِ درود و سلام جسمانی طور پر سیّدِ عالم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اسے پہنچادے۔ اس مقالے کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف ممدوح نے خود عشق و مستی کی فزوں تر کیفیت سے گزر کر یہ مقالہ تحریر کیا ہے۔ یقیناً وہ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا ادب اُن کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ اگر انہوں نے کچھ نہ لکھا ہوتا، اور یہی ایک مقالہ لکھا ہوتا تو یہ ان کی نجات کے لیے کافی تھا۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ اس وقت جنت الفردوس میں رسول کریم رؤف رحیم ﷺ کی آغوشِ رحمت میں خرّم و شاداں، مست و بے خود، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام اور کعبہ کے بدر الدّجیٰ تم پہ کروڑوں درود کا نغمہ جھوم جھوم کر سنا رہے ہوں گے جب کہ خدمتِ اقدس کے قدسی ان پر رحمت و رضوان کی بارش کا چھڑکاؤ کر رہے ہوں گے۔

بُشْرٰی اِذَا السَّلَامَةُ حَلَّتْ بِذِی سَلَمٖ
لِلّٰہِ حمد مُعْتَرِفٍ غَایَةَ النِّعَمٖ
(حافظؔ)

(خوش خبری ہو، جب کہ سلامتی ذی سلم میں اتری ہے، لاانتہا نعمتوں کے اعتراف کرنے والوں کی تعریف خدا کے لیے ہو)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ اُن کا سچا جانشین بنائے اور ہم اہلِ سنّت و جماعت کو ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

اظہارِ تشکر

فقیر وجاہت رسول قادری، پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش اور دیگر ملکوں کے اُن تمام محبین کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ جنہوں نے فقیر کی علالت کے دوران اِس کی مزاج پُرسی کی اور اِس کی صحت یابی کی دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید

(نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین وملت الشاہ احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن نے رسالہ "وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید" [۱۳۱۲ھ] میں نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے پر مفصل بحث کی ہے اور اس سلسلے میں اُٹھائے جانے والے اعتراضات کا شافی وکافی ردّ کیا ہے۔ اس رسالے کی عربی عبارات کا ترجمہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری حفظہ اللہ نے کیا جب کہ مولانا نذیر احمد سعیدی اور مولانا محمد ربّ نواز صاحبان کی تخریج وتصحیح کے بعد یہ رسالہ رضا اکیڈمی، ممبئی نے ۲۰۰۱ء میں شایع کیا۔ عید الفطر کی مناسبت سے یہ رسالہ "معارفِ رضا" کے قارئین کے افادے کے لیے شایع کیا جارہا ہے۔ ﴿ادارہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی عید رحمتہ وسع کل قریب و بعید، و جعل اعیاد المؤمنین معانقۃ بصفو الوعد و عفو العید، وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی من تعانق عید جمالہ بعید نوالہ، فوجھہ عید، ویدہ عید، یسعد بھم کُلُّ سعید، وعلی حزبَیِ الاٰل والاصحاب الذین ھما العیدان لایّام الایمان، وعلی کل من عانق جیدہ وِشاح الشھادتین بجمّان الایقان ما تعانق الملوان، وتوارد العیدان، ھَنّأَھم اللہ باعیاد الاسلام، وعید الرؤیۃ فی دار السلام، ولدیہ مزید، وانّہ یبدئُ ویعید۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے، جس کی عیدِ رحمت ہر دور ونزدیک کو محیط ہے۔ اور جس نے اہلِ ایمان کی عیدوں کو صفائیِ وعدہ اور معافیِ وعید سے بغل گیر کیا۔ اور بہتر درود اور کامل ترین سلام ہو اُن پر جن کی عیدِ جمال (اُن کی) عیدِ جود ونوال سے ہم آغوش ہے۔ جن کا چہرۂ زیبا بھی عید اور دستِ عطا بھی عید۔ ہر خوش نصیب ان دونوں سے فیروز مند ہے۔ اور ان کی آل واصحاب دونوں جماعتوں پر جو ایامِ ایمان کی دو عیدیں ہیں۔ اور ہر اس شخص پر جس کی گردنِ گوہر یقین سے آراستہ قلادۂ شہادتین سے ہمکنار ہے (یہ درود وسلام ہوں) جب تک روز وشب باہم بغل گیر اور دونوں عیدیں یکے بعد دیگرے وارد پذیر رہیں۔ اللہ انہیں عیدہائے اسلام اور جنت میں عیدِ دیدار کی مبارک باد سے نوازے۔ (ت)

امابعد چند سال ہوئے کہ روزِ عید الفطر بعض تلامذۂ مولوی گنگوہی نے بعض اہلِ سنّت پر دربارۂ معانقہ طعن وانکار کیا کہ:

"شرع میں معانقہ صرف قادمِ سفر[1] کے لیے وارد ہوا، بے سفر بدعت وناروا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے یُوں ہی سُنا"۔

ان سُنّیوں نے اس باب میں فقیرِ حقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ وحقّق اَمَلہٗ سے سوال کیا۔ فقیر نے ایک مختصر فتویٰ لکھ دیا کہ احادیث میں معانقۂ سفر وبے سفر دونوں کا اثبات اور تخصیصِ سفر تراشیدۂ

۱۔ قادم سفر: سفر سے آنے والا۔ (مترجم)

حضرات [2]۔ بحمد اللہ اس تحریر کا یہ نفع ہوا کہ ان صاحب نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا کہ

"نہ میں اس تخصیص کا مدعی تھا نہ اپنے اساتذہ سے نقل کیا۔"

خیر، یہ بھی ایک طریقۂ توبہ ورجوع ہے اور الزامِ کذب بھی زائل ومدفوع ہے کہ جب اپنے معبود کا کذب ممکن جانیں، کیا عجب کہ اپنے واسطے فرض وواجب مانیں۔ [3]

اب اس عیدِ اضحیٰ ۱۳۱۱ھ میں بعض علمائے شہر کے ایک شاگرد بعض اہلِ سنّت سے پھر اُلجھے، انہوں نے پھر وہی فتوائے فقیر پیش کیا۔ خیالات کے پکے تھے ہر گز نہ سلجھے، انہوں نے اُن کے استاذ کو فتویٰ دکھایا، تصدیق نہ فرمائیں تو جواب چاہا، مدت تک انکار پھر بعدِ اصرار وعدہ واقرار، بالآخر مجموعۂ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب صفحہ ۵۳۹، جلد اوّل پر نشانی رکھ کر ارسال فرمایا، اور بعض عباراتِ ردّ المحتار ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف سے حاشیہ چڑھایا۔ سائل مُصِر ہوئے کہ "جواب ضرور ہے آخر تحقیقِ حق نامنظور ہے"، فقیر نے چند ورق لکھ کر بھیج دیے اور رسالے میں فتوائے سابقہ کے ساتھ جمع کیے کہ ناظر دیکھیں، نفع پائیں، فقیر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ وباللہ التوفیق وھدایۃ الطریق۔

اس رسالے کا بہ لحاظِ فتوائے سابق وتحریرِ لاحق دو عید پر انقسام اور بہ نظر تاریخ کہ بست(۲۰) محرم ۱۳۱۲ھ کو لکھا گیا "وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید" نام [4]۔ والحمد للہ ولی الانعام (اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جو احسان کا مالک ہے۔ ت)

2۔ یعنی میں نے اپنے فتوے میں لکھا کہ سفر سے آنے کی حالت اور اس کے علاوہ احوال میں بھی احادیث سے معانقے کا جائز ہونا ثابت ہے اور معانقہ کا جواز محض آمدِ سفر کی حالت سے خاص کرنا اِن حضرات کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے، حدیث وفقہ سے اس پر کوئی معتبر دلیل ہر گز نہیں۔ (مترجم)

3۔ جب انہوں نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا تو اتنا ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے پہلے قول پر نہ رہے اور جوازِ معانقہ بلا تخصیص تسلیم کر لیا۔ البتہ اُن پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے دروغ گوئی سے کام لیا کہ پہلے ایک بات کہی پھر کہنے سے انکار کر ڈالا۔ مگر دیوبندی حضرات جب اپنے معبود کے لیے جھوٹ بولنا ممکن مانتے ہیں تو خود ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔ بعید نہیں کہ وہ اسے اپنے لیے فرض وواجب مانتے ہوں۔ استاذِ محترم حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ، بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، فرمایا کرتے تھے کہ علمائے دیوبند اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں"۔ اگر خود ان کا بھی یہی حال ہو کہ "جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" تو ان کے عقیدے کی رُو سے شرک اور خدا کے ساتھ اس وصف میں برابری لازم آجائے گی۔ اس لیے ان کے اپنے عقیدہ وقاعدہ پر "فرض اور ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولیں"۔ اگر "جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" کی منزل میں رہ گئے تو مشرک ٹھہریں گے۔ (مترجم)

4۔ معانقے کی تائے مدوّرہ حسبِ قاعدہ "ہ" مانی گئی ہے اس لیے اس کا عدد ۴۰۰ نہیں بل کہ ۵ ہو گا اور پورے نام کا عدد "۱۷۰۷" نہیں بل کہ "۱۳۱۲" ہو گا۔ (مترجم)

عیدِ اوّل میں فتوائے اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ معانقہ بے حالتِ سفر بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو اُسے قدومِ مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً کیسا ہے؟

الجـــــــــــــــــــواب

کپڑوں کے اُوپر سے معانقہ بطور برّ و کرامت و اظہارِ محبت، بے فسادِ نیّت و موادِ شہوت، بالاجماع جائز، جس کے جواز پر احادیثِ کثیرہ و روایاتِ شہیرہ ناطق، اور تخصیصِ سفر کا دعویٰ محض بے دلیل، احادیثِ نبویہ و تصریحاتِ فقہیہ اس بارے میں بروجہِ اطلاق وارد اور قاعدۂ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب اور بے مدرکِ شرعی تقیید و تخصیص مردود و باطل، ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اُٹھ جائے، کما لا یخفیٰ [5] (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت)

ابن ابی الدنیا [6] کتاب الاخوان اور دیلمی مسند الفردوس اور ابو جعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے راوی واللفظ للعقیلی:

5۔ ان ہی سطور میں اعلیٰ حضرت نے پورے فتوے کا ماحصل اور تمام اعتراضات کا جواب ذکر کر دیا۔ ان جامع سطور کی قدرے تشریح درج ذیل ہے:

جوازِ معانقہ کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

۱۔ معانقہ کپڑوں کے اوپر سے ہو۔　۲۔ نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہو۔　۳۔ خرابیِ نیت اور شہوت کا کوئی دخل نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ معانقہ سفر، غیر سفر ہر حال میں جائز ہے۔

دلیل: اس کا ماخذ وہ روایات و احادیث ہیں جن میں مطلق طور پر جوازِ معانقہ کا ثبوت ہے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ بس سفر سے آنے کے بعد معانقہ جائز ہے، باقی حالات میں ناجائز۔ بل کہ بعض احادیث سے صراحۃً آمدِ سفر کے علاوہ حالات میں بھی معانقے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

۲۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ جو حکم مطلق اور کسی قید کے بغیر ہو، اُسے مطلق ہی رکھنا واجب و ضروری ہے۔

۳۔ معانقے کے بارے میں جب یہ حکم مطلق اور قیدِ سفر کے بغیر ہے تو اسے مطلق رکھتے ہوئے سفر، غیر سفر ہر حال میں معانقہ جائز ہو گا۔

۴۔ ہاں اگر کسی حکم میں خود شریعت کی جانب سے تخصیص اور تقیید کا ثبوت ہو تو اس حکم کو مخصوص اور مقید ضرور مانا جائے گا۔ مگر معانقے کے بارے میں سوا اُن شرائط کے جو ابتدا میں ذکر کی گئیں، آمد و سفر وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔

۵۔ لہٰذا جوازِ معانقہ کے بارے میں بے دلیل شرعی آمدِ سفر کی قید لگانا محض باطل اور نامقبول ہے۔ (مترجم)

6۔ یہاں سے دلیل کی تفصیل فرمائی، سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جس سے معانقے کی تاریخ آغاز معلوم ہوتی ہے، پھر فقہ حنفی کے مستند مآخذ سے وہ نصوص تحریر فرمائے جن کا حاصل ابتداءً رقم فرما چکے۔ (مترجم)

انہ قال سألت رسول اللہ ﷺ عن المعانقۃ فقال تحیۃ الامم و صالح وُدِّھم وان اول من عانق خلیل اللہ ابراھیم۔[7]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے معانقے کو پوچھا، فرمایا: تحیّت ہے امتوں کی اور اُن کی اچھی دوستی، اور بیشک پہلے معانقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ ہیں علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خانیہ میں ہے:

ان کانت المعانقۃ من فوق قمیص او جبۃ جاز عند الکل اھ[8] ملخصاً۔

اگر معانقہ کُرتے یا جُبّے کے اوپر سے ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ اھ ملخصاً (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

اذا کان علیھما قمیص او جبۃ جاز بالاجماع اھ ملخصاً۔

اگر معانقہ کرنے والے دونوں مردوں پر کُرتا یا جُبّہ ہو تو یہ معانقہ بالاجماع جائز ہے۔ اھ ملخصاً (ت)

قالوا الخلاف فی المعانقۃ فی ازار واحد واما اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس بھا بالاجماع وھو الصحیح۔[9]

طرفین (امام اعظم و امام محمد) اور امام ابو یوسف میں اختلاف ایک تہبند کے اندر معانقے کے بارے میں ہے لیکن جب معانقہ کرنے والا کُرتا یا جبّہ پہنے ہو تو بالاجماع اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

دُرِ مختار میں ہے:

لو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلاکراھۃ بالاجماع وصححہ فی الھدایۃ و علیہ المتون[10]۔

7۔ کتاب الضعفاء الکبیر، ترجمہ نمبر ۱۱۴۱، عمر بن حفص بن محبّر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۳/ ۱۵۵۔
8۔ فتاویٰ خانیہ، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ، ۴/ ۷۸۳۔
9۔ مجمع الانہر، کتاب الکراہیۃ، مطبوعہ بیروت، ۲/ ۵۴۱۔
10۔ ہدایہ، کتاب الکراہیۃ، مطبوعہ یوسفی لکھنؤ، ۴/ ۴۶۶۔

اگر اس کے جسم پر کُرتا یا جُبّہ ہو تو بلا کراہت بالاجماع جائز ہے، ہدایہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، متونِ فقہ میں یہی ہے۔(ت)

شرحِ نقایہ میں ہے:

عِناقہ اذا کان معہ قمیص او جبۃ او غیرہ لم یکرہ بالاجماع وھو الصحیح [11] اھ ملخصاً۔

اس کا معانقہ جب اس طرح ہو کہ کُرتا یا جُبّہ یا اور کچھ حائل ہو تو بالاجماع مکروہ نہیں، اور یہی صحیح ہے اھ ملخصاً(ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ اسمٰعیل نابلسی نے حاشیۂ درر مولیٰ خسرو وغیرہا میں جزم کیا اور یہی وقایہ و نقایہ و کنز و اصلاح وغیرہا متون کا مفاد۔ اور شروح ہدایہ و حواشی در مختار وغیرہا میں مقرر۔ ان سب میں کلام مُطلق ہے کہیں تخصیصِ سفر کی بُو نہیں۔

اَشِعّۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوفِ فتنہ نباشد مشروع ست خصوصاً نزد قدوم از سفر [12]۔

معانقے میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مشروع ہے خصوصاً جب سفر سے آرہا ہو۔(ت)

یہ "خصوصاً" بطلانِ تخصیص پر نصِّ صریح۔۔۔ رہیں احادیثِ نہی، ان میں زید کے لیے حجت نہیں کہ ان سے اگر ثابت ہے تو نہیِ مطلق۔ پھر اطلاق پر رکھیے تو حالتِ سفر بھی گئی، حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق۔ اور توفیق پر چلیے تو علما فرماتے ہیں وہاں معانقہ بروجہ شہوت مراد۔ اور پر ظاہر کہ ایسی صورت میں تو بہ حالتِ سفر بھی بل کہ مصافحہ بھی ممنوع، تا بمعانقہ چہ رسد [13]۔

11۔ در مختار، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۲/ ۲۴۴۔

12۔ شرحِ نقایہ، کتاب الکراہیۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۲/ ۲۲۹۔

13۔ یہ اُن احادیث سے استدلال کا جواب ہے جن میں معانقہ سے ممانعت آئی ہے۔ توضیح جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں ممانعت مذکور ہے۔ اب اگر ان سے مطلقاً ہر حال میں ممانعت مراد لیں تو سفر، غیر سفر ہر جگہ معانقہ ناجائز ہوگا جب کہ سفر سے آنے کے وقت مانعین بھی معانقہ جائز مانتے ہیں۔ اس لیے وہ اگر احادیثِ نہی ہمارے خلاف پیش کریں تو خود اُن کے بھی خلاف ہوں گی۔ لامحالہ جوازِ معانقہ اور ممانعتِ معانقہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق کرنا ہوگی اور دونوں کے ایسے معنی لینے ہوں گے جن سے تمام احادیث پر عمل ہو سکے۔ اور تطبیق یوں ہے کہ جہاں معانقے سے ممانعت ہے وہاں معانقہ بہ طور شہوت مراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ معانقہ بہ طورِ شہوت تو سفر سے آنے کے بعد بھی ناجائز ہے بل کہ اس طرح تو معانقہ کیا، مصافحہ بھی ناجائز ہے۔ احادیثِ جواز و منع کے درمیان یہ تطبیق مختلف فقہاے کرام نے فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا حوالہ کتاب میں پیش کر دیا ہے۔(مترجم)

امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابرتی عنایہ اور شمس الدین قہستانی جامع الرموز اور آفندی شیخی زادہ شرح ملتقی الابحر اور شیخِ محقق دہلوی شرحِ مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سیدی آمین الدین آفندی حاشیۂ شرحِ تنویر اور مولیٰ عبد الغنی نابلسی شرحِ طریقۂ محمدیہ میں اور ان کے سوا اور علما ارشاد فرماتے ہیں:

وھذا لفظ الاکمل، قال وفق الشیخ ابو منصور (یعنی الماتریدی امام اھل السنۃ و سید الحنفیۃ) بین الاحادیث فقال المکروہ من المعانقۃ ماکان علی وجہ الشھوۃ و عبر عنہ المصنف (یعنی الامام برھان الدین الفرغانی) بقولہ از ار واحد فانہ سبب یفضی الیھا فاما علی وجہ البر والکرامۃ اذا کان علیہ قمیص او جبۃ فلا باس بہ۔[14]

(یہ اکمل الدین بابرتی کے الفاظ ہیں) انہوں نے فرمایا شیخ ابو منصور (ماتریدی، اہلِ سنت کے امام اور حنفیہ کے سردار) نے (معانقے کے جواز و منع دونوں طرح کی) حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انہوں نے فرمایا مکروہ وہ معانقہ ہے جو بہ طورِ شہوت ہو اور مصنف (یعنی امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ) نے اسی کو ایک تہبند میں معانقہ کرنے سے تعبیر کیا ہے، اس لیے کہ یہ سببِ شہوت ہو سکتا ہے لیکن نیکی اور اعزاز کے طور پر کُرتا یا جُبّہ پہنے ہوئے معانقہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔(ت)

اور کیوں کر روا ہو گا کہ بے حالتِ سفر معانقے کو مطلقاً ممنوع ٹھہرایئے حالاں کہ احادیثِ کثیر میں سیّدِ عالم ﷺ نے بارہا بے صورتِ مذکورہ بھی معانقہ فرمایا۔[15]

حدیثِ اول: بخاری و مسلم و نسائی و ابنِ ماجہ بہ طُروقِ عدیدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی وھذا لفظ مؤلف منھا دخل حدیث بعضھم فی بعض (آیندہ الفاظ ان متعدد روایات کا مجموعہ ہیں، بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ت)

قال خرج النبی ﷺ فجلس بفناء بیت فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فقال اُدعی الحسن بن

14۔ العنایۃ مع فتح القدیر شرح ہدیۃ، کتاب الکراہیۃ، مطبوعہ نوریہ رضویہ، سکھر، ۸/ ۴۵۸۔

15۔ یہاں سے استدلال نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ (۱۶) احادیث ان کے حوالوں کے ساتھ پیش فرمائی ہیں جن میں اُسی معانقے کا ذکر ہے جو نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہے۔ خرابیٔ نیّت اور موادِ شہوت سے ہر طرح دور ہے۔ مگر بے حالتِ سفر ہے۔ لہٰذا ان احادیث سے صراحۃً یہ ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ صرف قدومِ سفر کے بعد ہی نہیں بل کہ دیگر حالات میں بھی معانقہ بلاشُبہ جائز و درست ہے۔ اور جب خود سرورِ دو عالم ﷺ سے ان تمام احوال میں معانقہ کا ثبوت حاصل ہو جاتا ہے تو کوئی دَوسرا اسے "بدعت و ناروا" کہنے کا کیا حق رکھتا ہے! (مترجم)

علی فحبستہ شیئًا فظننت انھا تلبسہ سخابا او تغسلہ فجاء یشتد و فی عنقہ السخاب فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ۔[16]

یعنی ایک بار سیّدِ عالم ﷺ حضرت بتولِ زہرا رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو بلایا، حضرتِ زہرا نے بھیجنے میں کچھ دیر کی، میں سمجھا انہیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر آئے، گلے میں ہار پڑا تھا، سیّد عالم ﷺ نے دستِ مبارک بڑھائے، حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو لپٹ گئے۔ حضور نے "گلے لگا کر" دعا کی: الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تُو اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست رکھے، اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ حِبِّہٖ وبارک وسلم۔

حدیثِ دوم: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی:

کان النبی ﷺ یا کُذ بیدی فیقعدنی علی فخذہٖ و یقعد الحسین علیٰ فخِذِہٖ الاُخریٰ و یضمنا ثم یقول رب انی ارحمھما فارحمھما۔[17]

نبی ﷺ میرا ہاتھ پکڑ ایک ران پر مجھے بٹھالیتے اور دوسری ران پر امام حسین کو اور ہمیں "لپٹا لیتے"۔ پھر دعا فرماتے: "الٰہی میں ان پر رحم رکھتا ہوں، تُو ان پر رحم فرما۔

حدیثِ سوم: اسی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ضمنی النبی ﷺ الی صدرہ فقال اللھم علمہ الحکمۃ۔[18]

سیّد عالم ﷺ نے مجھے "سینے سے لپٹایا" پھر دُعا فرمائی: الٰہی! اسے حکمت سکھادے۔

حدیثِ چہارم: امام احمد اپنی مُسنَد میں یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے راوی:

ان حَسنًا و حُسینًا رضی اللہ تعالیٰ عنھما یستبقا الی رسول اللہ ﷺ فضمھما الیہ۔[19]

ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس ﷺ کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے، حضور نے دونوں کو "لپٹالیا"۔

16۔ الصحیح للمسلم، باب فضل الحسن والحسین، مطبوعہ راولپنڈی، ۲/ ۲۸۲۔

17۔ الصحیح البخاری، باب وضع الصبی فی الحجر، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۸۸۸۔

18۔ الصحیح البخاری، مناقب ابن عباس، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۵۳۱۔

19۔ مسند احمد بن حنبل، مناقب ابن عباس، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۴/ ۱۷۲۔

حدیثِ پنجم: جامع ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے:

سئل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ای اهل بیتك احبّ الیك قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمة ادعی لی ابنی فیشمهما ویضمهما۔[20]

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، حضور کو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: حسن اور حسین۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں کو حضرت زہرا سے بلوا کر "سینے سے لگا لیتے" اور ان کی خوش بُو سونگھتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وبارک وسلم۔

حدیثِ ششم: امام ابوداؤد اپنی سُنن میں حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ سے راوی:

بینما هو یحدث القوم وکان فیه مزاح بینا یضحکهم فطعنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرته بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصا ولیس علی قمیص فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قمیصه فاحتضنه وجعل یقبل کشحه قال انما اردت هذا یا رسول الله۔[21]

اس اثنا میں کہ وہ باتیں کررہے تھے اور اُن کے مزاج میں مزاح تھا، لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں چبھوئی، انہوں نے عرض کی مجھے بدلہ دیجیے۔ فرمایا، لے۔ عرض کی: حضور تو کرتا پہنے ہیں اور میں ننگا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کُرتا اُٹھایا، انہوں نے حضور کو اپنی "کنار میں لیا" اور تہیگاہِ اقدس کو چومنا شروع کیا۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ! میرا یہی مقصود تھا۔

ع　دلِ عشّاق حیلہ گر باشد
(عاشقوں کے دل بہانہ تلاش کرنے والے ہوتے ہیں)

صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ کل من احبه وبارك وسلم۔

حدیثِ ہفتم: اسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مالقیته صلی اللہ علیہ وسلم قط الاصافحنی و بعث الی ذات یوم ولم اکن فی اهلی فلما جئت اخبرت به فاتیته وهو علی سریر فالتزمنی فکانت تلك اجود واجود۔[22]

میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے۔ ایک دن میرے بُلانے کو آدمی بھیجا۔ میں گھر میں نہ تھا، آیا تو خبر پائی، حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرما تھے، "گلے سے لگا لیا" تو اور زیادہ جید اور نفیس تر تھا۔

20۔ جامع ترمذی، مناقب الحسن والحسین، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، ص: ۵۳۹-۴۰۔

21۔ سنن ابوداؤد، باب قُبلۃ الجسد (کتاب الادب)، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۲/ ۳۹۳۔

22۔ سنن ابوداؤد، باب فی المعانقۃ (کتاب الادب)، مطبع مجتبائی، لاہور، ۲/ ۳۵۲۔

حدیثِ ہشتم: ابو یعلیٰ امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی:

قالت رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم التزم علیا و قبلہ وھو یقول بابی الوحید الشھید[23]۔

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا، حضور نے مولیٰ علی کو "گلے لگایا" اور پیار کیا، اور فرماتے تھے میرا باپ نثار اس وحیدِ شہید پر۔

حدیثِ نہم: طبرانی کبیر اور ابن شاہین کتاب السُّنّۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ غدیرا فقال لیسبح کل رجل الی صاحبہ فسبح کل رجل منھم الیٰ صاحبہ حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقہ فقال لوکنت متخذا خلیلا لا تخذت ابا بکر خلیلا ولکنہ صاحبی[24]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ ایک تالاب میں تشریف لے گئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔ سب نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق باقی رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کے تشریف لے گئے اور انہیں گلے لگا کر فرمایا: میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ صاحبہٖ وبارک وسلّم۔

حدیثِ دہم: خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی:

قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا خیرا منہ ولا افضل ولہ شفاعۃ مثل شفاعۃ النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقبتلہ والتزمہ[25]۔

ہم خدمتِ اقدس حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے، ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعتِ انبیا کی مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابو بکر صدیق نظر آئے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور "گلے لگایا"۔

حدیثِ یازدہم: حافظ عمر بن محمد مُلّا اپنی سیرت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقفا مع علی بن ابی طالب اذا قبل ابوبکر فصافحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و

23۔ مسند ابو یعلیٰ، مسند عائشہ، مطبوعہ موسس علوم القرآن، بیروت، ۴/ ۳۱۸۔

24۔ طبرانی کبیر، حدیث ۱۱۶۷۶ و ۱۱۹۳۸، مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ، بیروت، ۱۱/ ۲۶۱ ۳۳۹۔

25۔ تاریخ بغداد، ترجمہ ۱۱۴۱، محمد بن عباس ابو بکر القاص، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت، ۳/ ۲۲-۱۲۳۔

عانقه وقبّل فاه فقال علیّ اتقبل فا ابی بکر فقال ﷺ یا ابا الحسن منزلۃ ابی بکرٍ عندی کمنزلتی عند ربّی[26]۔

میں نے حضور اقدس ﷺ کو امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، حضور پُر نور ﷺ نے اُن سے مصافحہ فرمایا اور "گلے لگایا" اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی: کیا حضور ابوبکر کا مُنہ چومتے ہیں؟ فرمایا: اے ابوالحسن! ابوبکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ میرے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم: ابن عبدِ ربّہ کتاب بهجة المجالس میں مختصراً اور ریاض نضرہ میں اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مطوّلاً، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہارِ اسلام اور کفار سے حرب و قتال فرمانا، اور ان کے چہرۂ مبارک پر ضربِ شدید آنا، اس سخت صدمے میں بھی حضورِ اقدس سیّد المحبوبین ﷺ کا خیال رہنا، حضور پُر نور ﷺ دارالارقم میں تشریف فرما تھے، اپنی ماں سے خدمتِ اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلاً مروی، یہ حدیث ہماری کتاب مَطْلَعُ الْقَمَرَیْنِ فِیْ اِبَانَۃِ سَبْقَۃِ الْعُمَرَیْنِ (۱۲۹۷ھ) میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حتی اذا هدأت الرجل و سکن الناس خرجتا به یتّکی علیهما حتی ادخلتاه علی النبی ﷺ فانکب علیه فقبّله و انکب علیه المسلمون ورقّ له ﷺ رِقّة شدیدة۔[27] الحدیث

یعنی جب پچل موقوف ہوئی اور لوگ سو رہے، اُن کی والدہ اُمّ الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن اُمّ جمال رضی اللہ عنہما انہیں لے کر چلیں، بہ وجہِ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے، یہاں تک کہ خدمتِ اقدس میں حاضر کیا، دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت پر گر پڑے۔ پھر حضور کو بوسہ دیا اور صحابہ غایتِ محبت سے ان پر گرے۔ حضور اقدس ﷺ نے اُن کے لیے نہایت رقت فرمائی۔

حدیث سیزدہم: حافظ ابوسعید "شرف المصطفیٰ" ﷺ میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال صعد رسول اللہ ﷺ المنبر ثم قال این عثمان بن عفان؟ فوثب و قال انا ذا یا رسولَ اللہِ فقال اُدْنُ مِنِّیْ فَدَنَا مِنْهُ فَضَمَّهٗ اِلٰی صَدْرِهٖ و قَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْهِ[28] الخ

26۔ سیرتِ حافظ عمر بن محمد مُلّا۔

27۔ الریاض النضرة، ذکر ام الخیر، مطبوعہ چشتی کتب خانہ، فیصل آباد، ۱/ ۷۶۔

28۔ شرف المصطفیٰ۔

حضور سرورِ عالم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں؟ عثمان رضی اللہ عنہ بے تابانہ اُٹھے اور عرض کی: حضور میں حاضر ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے "سینہ سے لگایا" اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

حدیث چہاردہم: حاکم صحیح مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور ابو یعلیٰ اپنی مسند اور ابو نعیم فضائل صحابہ میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمّٰی بالماء المعین اور عمر بن محمد ملا سیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی:

قال بینا نحن مع رسول اللہ ﷺ فی نفر من المھاجرین منھم ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحۃ والزبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص فقال رسول اللہ ﷺ لینھض کل رجل الی کفوہ و نھض النبی ﷺ الی عثمان فاعتنقہ وقال انت ولی فی الدنیا والاخرۃ[29]۔

ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمتِ اقدس حضور سیّد المرسلین ﷺ میں حاضر تھے۔ حاضرین میں خلفاے اربعہ و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اُٹھ کر جائے اور خود حضورِ والا ﷺ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اُٹھ کر تشریف لائے، اُن سے "معانقہ کیا" اور فرمایا: تُو میرا دوست ہے دنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم: ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ وہ اپنے والدِ ماجد مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہما سے راوی:

ان رسول اللہ ﷺ عانق عثمان بن عفان و قال قد عَانَقتُ اَخِیْ عثمان فَمَنْ کَانَ لَہٗ اَخٌ فَلْیُعَانِقْہُ[30]۔

حضور سیّدِ عالم ﷺ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا: میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کا کوئی بھائی ہو اسے چاہیے اپنے بھائی سے "معانقہ کرے"۔

حدیث شانزدہم: کہ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت بتولِ زہرا سے فرمایا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی کہ نامحرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے "گلے لگالیا" اور فرمایا:

ذُرِّیَّۃٌ بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ[31] (یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔ت)

29۔ المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ عنہ، مطبوعہ بیروت، ۳/ ۹۷۔

30۔ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، حدیث ۳۶۲۴۰، مطبوعہ دار الکتب الاسلامی حلب، ۱۳/ ۵۷۔

31۔ القرآن ۳/ ۳۴۔

اوکما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے۔ت)

بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد۔ اور تخصیصِ سفر محض بے اصل و فاسد۔ بل کہ سفر و بے سفر ہر صورت میں معانقہ سنّت، اور سنّت جب ادا کی جائے گی، سنّت ہی ہوگی تاوقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریحاً نہی ثابت نہ ہو، یہاں تک کہ خود امامِ طائفۂ مانعین اسمٰعیل دہلوی رسالۂ نذور میں کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں مطبوع ہُوا، صاف مُقر کہ معانقہ روزِ عید گو بدعت ہو، بدعتِ حسنہ ہے۔ حیث قال (یوں کہا۔ت)[32]:

ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و خورانیدن طعام سوائے کندن چاہ و امثالہ دعا و استغفار و اضحیہ بدعت ست بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر۔[33]

کُنواں کھودنے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں اور دعا، استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا، سب بدعت ہیں مگر خاص بدعت حسنہ ہیں۔ جیسے عید کے دن معانقہ، اور نمازِ فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (بدعتِ حسنہ ہے)۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدنِ المصطفیٰ
النبی الامّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

﴿بقیہ رسالہ آیندہ شمارے میں﴾

32۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی، پیشوایانِ علمائے دیوبند کی اس عبارت میں چند باتیں قابلِ غور ہیں:-
(۱) ایصالِ ثواب کے لیے کنواں کھدوانا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں بل کہ سنّت سے ثابت ہیں۔
(۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا اور اس طرح کے دوسرے طریقے بدعت ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔
(۳) اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوئیں: بدعتِ حسنہ، بدعتِ سیئہ۔ لہٰذا ہر بدعت بُری نہیں۔ اور ہر نیا کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز و حرام نہیں ہو سکتا بل کہ بعض کام بدعت ہوتے ہوئے بھی حَسن اور اچھے ہوتے ہیں۔
(۴) روزِ عید کا معانقہ اور ہر روز فجر و عصر کے بعد مصافحہ بدعتِ حسنہ، جائز اور اچھا ہے۔ ع
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری
منکرین اعلیٰ حضرت کا پورا رسالہ نہ مانیں، تمام احادیث و فقہی نصوص سے آنکھیں بند کرلیں مگر انہیں اپنے "پیشوائے اعظم" کے اقرارِ صریح اور کلامِ واضح سے ہرگز مفر نہ ہونا چاہیے۔ (مترجم)
33۔ مجموعہ زبدۃ النصائح۔

تبصرہ بر تفسیر "یا ایھا الذین اٰمنوا"

ندائے ذوالجلال

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (البقرہ: ۱۷۷)

ہاں اصلی نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (البقرہ: ۶۲)

جو سچے دل سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک کام کرے، اس کا ثواب اس کے رب کے پاس ہے۔

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوا:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (المائدہ:۶۹)

جو سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اچھے کام کرے تو اسے نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم ہے۔

اہلِ ایمان کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبہ:۱۸)

جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

جو لوگ اللہ و رسول کے منکر یا باغی ہیں، وہ انسانی شکل و شباہت کے باوجود انسان نہیں بل کہ جانور سے بدتر مخلوق ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الانفال: ۵۵)

بے شک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لائے جب کہ اہلِ ایمان مستحق اجر و ثواب ہیں۔ فرمایا گیا:

وَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ (آل عمران: ۵۷)

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، اللہ ان کا بھرپور اجر دے گا۔

اللہ رب العزت جل مجدہ ان انسانوں کو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں، "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا" کے دل نواز خطاب سے نوازتا ہے۔ جب کہ قرآن کریم تو تمام بنی نوع انسان کے لیے نازل کیا گیا، جو ہر متلاشیِ حق کے لیے سرچشمۂ ہدایت اور نورِ رحمت ہے۔ اور یہ اعزاز صرف نبی آخر الزماں ﷺ کے غلاموں ہی کو بخشا گیا اور یہ صدقہ ہے اس اعزاز کا جو اس نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کو بخشا کہ انہیں بھی

ان کی خصوصی صفات کے ساتھ مخاطب کیا گیا، کہیں "یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ"، کہیں "یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" اور کبھی "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ" تو کبھی "طٰہٰ"، "یٰسٓ" کے خطابات سے نوازا گیا۔ "یا محمد" کہہ کر کبھی نہ پکارا گیا۔ جب کہ انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا دیگر انبیا کے لیے "یا آدم"، "یانوح"، "یاابراہیم"، "یاموسیٰ"، "یاعیسیٰ" کے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے لیے یہ اندازِ خطاب در حقیقت رب کا آپ سے انتہائی محبت کا اظہار اور غلاموں کو آپ کے انتہائی ادب و احترام کی تعلیم ہے۔ جب کہ اُمّت کو "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا" سے مخاطب کرنا، امت کے لیے نہایت ہی فضل و کرم کی بارش ہے جب کہ عام انسان اس خصوصی عنایت سے محروم ہیں کہ ان سے خطاب کی نوعیت عمومی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:۲۱)

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا یہ اُمید کرتے ہوئے کہ تمھیں پرہیز گاری ملے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ (النسا:۱)

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (الاعراف:۱۵۸)

(اے حبیب علیہ السلام آپ) فرمادیجیے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔

قرآن مجید میں نوّے مقامات پر اہل ایمان کے لیے "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا" خصوصی خطاب، ان سے ربِّ کریم کے خصوصی تعلق کا ثبوت ہے اور بیس مقامات پر عام انسانوں سے عمومی خطاب "یٰاَیُّھَا النَّاس" کہہ کر انھیں اپنے سایۂ رحمت میں پناہ لینے کی دعوت ہے جب کہ کفار اور باغیوں سے اظہارِ بیزاری اور لاتعلقی کرتے ہوئے انھیں صرف ایک مقام پر بواسطہ نبی مکرّم علیہ السلام مخاطب کیا گیا۔ ارشاد ہوا:

قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ [۱] لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ [۲] وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ [۳] وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ [۴] وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ [۵] لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ [۶] (الکفرون)

فرمادیجیے، اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا اور نہ تم پوجو گے جو میں نے پوجا، تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔

بہر حال، اللہ ربّ العزت جل مجدہ کا یہ خصوصی فضل ہے کہ اس نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے غلاموں کو، قرآن کریم میں نوے مرتبہ براہِ راست "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا" اے ایمان والو، کہہ کر خطاب

فرمایا جب کہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں مومنین و مومنات کا خصوصی ذکر کیا گیا، ان تمام آیات میں ہمیں بشارتیں بھی دی گئی ہیں، نافرمانی اور حکم عدولی کی صورت میں عذاب و سزا سے ڈرایا گیا ہے، کہیں اخلاقی تعلیم دی گئی ہے تو کہیں تقوے کی دعوت دے جا رہی ہے، معاشی و معاشرتی زندگی کا سلیقہ سکھایا جاتا ہے تو کچھ آیات ہیں جن میں اپنے اور اپنے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی دعوت دی جا رہی ہے، کئی مقامات پر دنیاوی عیش و عشرت سے دور رہنے کی تلقین کی گئی اور دنیا کو متاعِ قلیل اور عارضی و وقتی ساز و سامان قرار دیا گیا۔ ان آیاتِ مبارکہ میں عدل و انصاف، صداقت، امانت، دیانت، قناعت، محنت و مشقت، حقوق العباد کی ادائیگی، والدین کی اطاعت، اعزا و اقربا سے محبت، چھوٹوں پر شفقت، انفاق فی سبیل اللہ، دینی و دنیوی ذمہ داریوں کی ادائیگی، فضول خرچی و بے راہ روی سے بچنے، حرام و حلال میں امتیاز کرنے، غرضیکہ زندگی کے ان تمام مسائل کو بیان کیا گیا اور وہ تمام اصول بتائے گئے جو زندگی کو پُر سکون بنانے اور معاشرے میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے بنیادی حیثیت کے حامل ہیں جن کا مرکز و سرچشمہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:۲۱)

بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتا ہو۔

مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری بن حضرت علامہ مفتی سید مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۳ء) نے "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا" سے شروع ہونے والی نوے آیات پر علیحدہ علیحدہ مقالات قلم بند کیے ہیں اور اپنی خداداد صلاحیت سے، نہایت ہی مہارت کے ساتھ مذکورہ بالا عنوانات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ الفاظ سہل، اردو سلیس استعمال کی گئی جس سے ہر خاص و عام کے لیے استفادہ آسان ہو گیا ہے اور یہ کتاب ہر گھر، لائبریری اور مدرسہ کی ضرورت بن گئی ہے۔ کتاب کی سیٹنگ کے مخصوص انداز نے اس کو مزید مفید بنا دیا ہے۔

مصنف اپنے اس شاہ کار کو تین ضخیم جلدوں میں مکمل کریں گے۔ جلد اول، سورہ بقرہ کی ۱۲ آیات، سورہ آل عمران کی ۷ آیات، سورہ النسا کی ۸ آیات، المائدہ کی ۱۴ آیات، الانفال کی ۴ آیات، سورۃ الحج کی ایک اور سورۃ النور کی ۳ آیات پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ پہلی جلد ۵۹ مقالات پر مشتمل ہے جس میں تفصیل سے نہایت مفید عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے۔ ضخامت ۵۷۷ صفحات کی ہے۔ کتاب ان دنوں زیرِ طبع ہے، اللہ کرے جلد ہمارے ہاتھوں میں ہو۔

علامہ موصوف نے جلد اول ہی کا مسودہ مجھے مطالعہ کے لیے دیا، نیز حکم دیا کہ میں اس کے متعلق اپنے خیالات قلم بند کروں جو میرے لیے نہایت مشکل کام ہے کہ میرا قلم ابھی بہت پست ہے، نیز میں عمر، علم و تقویٰ، ہر اعتبار سے ہر طرح چھوٹا ہوں، اس لیے کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میں حضرت کی اس عظیم تحریر پر کچھ تبصرہ کر سکوں۔ تاہم تعمیلِ حکم میں چند سطور لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مبلغِ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری، امریکہ و افریقہ، یورپ و مشرقِ وسطیٰ کے متعدد بار دورے کر چکے ہیں، آپ کا دائرۂ کار بے حد وسیع ہے، شعلہ بیان مقرر ہیں۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ سینکڑوں عنوانات پر، آپ کی تقاریر کیسیٹس کی صورت میں محفوظ ہیں۔ نہایت پُراثر تحریر کے مالک ہیں۔ مقالاتِ قادری ۳جلدیں، تبلیغی کتاب ۲ جلدیں، وراثتِ انبیا، اچھا برتاؤ، یوم الفرقان، مرض سے موت تک، نام نہاد اسلامی انقلاب، تیس راتیں، دائمی استفادے کے لیے موجود ہیں۔

آپ مبلغ و مصنف ہونے کے ساتھ بہترین منتظم بھی ہیں۔ آپ کی یہ صلاحیت اس وقت اجاگر ہوئی جب ۱۹۶۴ء میں آپ نے جماعتِ اہلِ سنّت کی تنظیم کا آغاز کیا، آپ کی شب و روز محنت اور تنظیمی صلاحیت نے اس جماعت کو چند ہی دن میں ملک کی ایک مضبوط و مستحکم تنظیم بنا دیا جس سے عوامِ اہلِ سنّت میں زبردست تنظیمی و سیاسی شعور پیدا ہوا جس کا نتیجہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں عظیم کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ وہ وقت راقم الحروف کی طالبِ علمی کا تھا۔ اسی دور میں علامہ موصوف کو میں نے ایک فعّال قائد کی حیثیت میں پہچانا اور جوں جوں میں آپ کے قریب ہوتا گیا، آپ کی صلاحیتیں مجھ پر اجاگر ہوتی گئیں۔ مغربی ممالک میں متعدد مذہبی اداروں کا قیام بھی آپ کی تنظیمی صلاحیت کا ثبوت ہے۔

مولانا کی متعدد تصانیف کی انگریزی اور دیگر یورپی زبانوں میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جس سے غیر مسلم بھی فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کی پہلی جلد ۵۹ مقالات پر پھیلی ہوئی ہے جس کا پہلا ہی مقالہ نہایت ہی اہم موضوع "ایمان" پر لکھا گیا ہے جس میں تفصیل سے حضرت علامہ نے ایمان اور اہلِ ایمان کی تعریف اور خصوصیات پر گفتگو کی۔ اسی مقالے کے مطالعے کے بعد قارئین کو کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس مقالے کے بعد مصنف نے ہر آیت کو علیحدہ موضوع بنا کر اس پر مبسوط بحث کی ہے۔ آیت کی تشریح کے لیے اوّل آیاتِ قرآنی کو ماخذ بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد صحاحِ ستہ کی مستند احادیث سے تشریح کی گئی ہے۔ ساتھ ہی مؤطا امام مالک اور مشکوٰۃ شریف سے بھی مدد حاصل کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب نہ صرف منتخب آیاتِ قرآنی بل کہ سینکڑوں آیات کی اور احادیث کی تفسیر و تشریح ہے۔ اس اعتبار سے احقر اگر "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کی اس کتاب کو تفسیر قرار دے تو بے جا نہ ہوگا۔ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے قرآنی آیات کا ترجمہ بھی خود ہی کیا ہے، اس طرح علامہ موصوف کو اگر مفسرین و مترجمین کی دونوں فہرست میں شامل کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

حضرت علامہ سے میری گزارش ہے کہ اس کام کو جاری رکھا جائے اور اسی انداز پر بقیہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر کر کے ایک مکمل تفسیر کی شکل دے دی جائے کہ ان ۳جلدوں کے بعد غالباً ۴، ۵ جلدوں میں یہ کام مکمل ہو سکتا ہے جو بلاشبہ ایک مکمل اور عظیم کارنامہ ہوگا کہ اس اندازِ تحریر میں اب تک میری نظر سے کوئی تفسیر نہیں گزری۔ آخر میں، میں حضرت علامہ کو اس عظیم کارنامے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس کتاب کو قبول فرمائے اور مقبول بنائے، آمین۔

تبصرۂ برکاتی

از محامد العلما ابوحماد علامہ مفتی احمد میاں برکاتی

شیخ الحدیث ورئیس دارالافتادارالعلوم احسن البرکات، شاہراہ مفتی محمد خلیل خان حیدرآباد (پاکستان)

باسمہٖ تبارک وتعالٰی وبالصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ ورسولہ ونبیہ بلاء الاعلٰی

مبلغِ اسلام و مسلمین، حضرت علامہ مولانا سید سعادت علی قادری زید مجدہم ایک اچھے ومنفرد و منتظم ہونے کے ساتھ بلندیٔ عزم، جواں ہمت اور مسلکِ حقہ اہلِ سنت کے لیے شانِ سخا کے حامل ہیں۔

وہ نہ صرف ایک کامیاب مبلغ ہیں بلکہ جودتِ طبع کے لحاظ سے ایک عمدہ مصنف بھی ہیں۔ علامہ موصوف حامل ''وراثت انبیا'' ہونے کے ساتھ ہر صفت کے لوگوں سے ''اچھا برتاؤ'' کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور مومن کے حلم ووقار کا تقاضا بھی ہے کہ وہ نہ صرف اپنی حیات و صحت میں بلکہ ''مرض سے موت تک'' بلکہ بعد الموت بھی اپنوں اور بے گانوں کے لیے ایک مثال ونمونہ ہوتا کہ تحفۂ الٰہی ''فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' کا حقدار ہوسکے۔ علامہ سعادت علی قادری کی زندگی کا ہر پہلو روشن ''تبلیغی کتاب'' کی طرح ہے جس سے اہلِ حق روشنی پا رہے ہیں۔

علامہ موصوف اپنی کتابوں، تصانیف اور تقاریر میں قارئین اور سامعین کو یہ جذبے دیتے نظر آتے ہیں کہ مومن ''یوم الفرقان'' کے اصحاب کی طرح اپنے ہر ماہ کی ''تیس راتیں'' صبر، حلم اور اطاعت رسول میں گزارے۔ حضرت مولانا قادری ''نام نہاد اسلامی انقلاب'' کی بجائے مومن کے روح وجسم پر حقیقی اسلام چھا جانے کے شدت سے خواہش مند ہیں۔ ان کے یہ جذبات ''مقالات قادری'' سے خوب عیاں اور واضح ہیں اور جب وہ مثال دے کر سمجھانے کے لیے امہات المومنین رضی اللہ عنھن اجمعین کی سیرت ''میری مائیں'' کہہ کر بیان کرتے ہیں تو یہ احساس نہایت شدت سے نکھر جاتا ہے کہ اولاد کو اپنی ماں کے حق میں کیا ہونا چاہیے اور ماں کہ جس کے قدموں میں جنت ہے اگر صرف اسی کو راضی کرلیا جائے تو کل جہاں اور خالقِ جہاں راضی ہے۔

پیشِ نظر کتاب ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' ایک کتاب ہی نہیں بلکہ ''عطر مجموعۂ تفاسیر'' ہے۔ اور یہ وہ خواب تھا کہ جو خلیل العلما علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی (راقم کے والد ماجد) نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے تقریباً پچاس سال قبل دیکھا اور سترہ پاروں کی تفسیر ''خلاصۃ التفاسیر'' کے نام سے لکھی جس کے سات پارے طبع ہوئے اور باقی حالات کی نذر ہوگئے پھر عرصہ سولہ سال قبل ''چادر چار دیواری'' (تفسیر سورۂ نور) کی شکل میں اس کی جزوی تعبیر سامنے آئی اور اب علامہ سید سعادت علی قادری نے اسی خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا اور دو ضخیم جلدوں میں ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' میں وہ علمی جواہرات جمع فرمادیے جن کی چمک دمک اہلِ دانش کی بصر کو رونق دے گی۔

علامہ قادری کو فقیر اس وقت سے جانتا ہے جب استاذی المکرّم علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ نے فقیر کے آخری تعلیمی سال ۱۹۷۳ء میں حکم فرمایا کہ ''ماہنامہ ترجمانِ اہلِ سنت کراچی'' کو سنبھالو اور اس کو چلاؤ کچھ ہی دنوں کے بعد علامہ قادری پورے پاکستان کے اہلِ سنت کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد جب جماعتِ اہلِ سنت کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے تو انہوں نے ترجمانِ اہلِ سنت میں نئی

جان ڈالی اور اس کی اشاعت میں تسلسل پیدا کیا۔ علامہ کے دورِ نظامت میں ''ترجمانِ اہلِ سنت'' نکالنے پر کوئی وقت پیش نہ آئی اور یوں اس علم دوست ہستی نے قارئین کا ایک نہایت شاندار اور جاندار حلقہ قائم کیا جو آج بھی اس دور کے ترجمان کو یاد کرتا ہے۔ علامہ قادری کی یہ نئی تصنیف ''خوب سے خوب تر'' کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ جس کا ہر عنوان ایک روشن چراغ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ''مقالاتِ قادری'' کی طرح اس تصنیف سے بھی عوام و خواص کو مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔

فقیر قادری کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ میں نے علامہ قادری کی تصنیف ''مقالاتِ قادری'' کی تین جلدیں بہ یک وقت برکاتی پبلشرز اور مکتبۂ حیدرآباد کی طرف سے شائع کی ہیں، خدا کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ذرۂ فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہ

خادم الحدیث الشریف، دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

۱۰؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ، ۹؍اکتوبر ۲۰۰۰ء

﴿یہ تبصرہ علامہ سید سعادت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصنیف ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' جلد دوم کے صفحہ نمبر ۳۵ تا ۳۶ سے ماخوذ ہے۔﴾

علامہ سید حامد سعید کاظمی پر قاتلانہ حملہ

(ندیم احمد ندیم قادری نورانی)

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ مطابق ۲؍ستمبر ۲۰۰۹ء بروز بدھ سہ پہر تقریباً تین بجے کے وقت میلوڈی مارکیٹ، اسلام آباد کے قریب وزارتِ مذہبی اُمور کے دفتر سے چند گز اور تھانہ آب پارہ سے صرف پچاس قدم کے فاصلے پر، جی پی او چوک پر نامعلوم موٹر سائیکل سوار مسلح دہشت گردوں نے وفاقی وزیر برائے مذہبی اُمور، مدیرِ اعلیٰ ماہ نامہ ''السعید'' ملتان (اور جگر گوشۂ غزالیِ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمۃ) علامہ سید حامد سعید شاہ کاظمی کی سرکاری گاڑی (نمبر ای جی بی 270 اسلام آباد) پر اندھا دھند فائرنگ کے ذریعے قاتلانہ حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں علامہ حامد سعید کاظمی صاحب بائیں ٹانگ کے گھٹنے میں گولی لگنے سے شدید زخمی ہوئے اور اُن کا ڈرائیور محمد یونس موقع ہی پر جاں بہ حق ہو گیا جب کہ ان کا گارڈ (گن مین) بھی شدید زخمی ہو کر چند دن بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاہم علامہ سید حامد سعید شاہ کاظمی اپنی ٹانگ کے آپریشن کے بعد بہ فضلِ باری عزوجل خطرے سے باہر ہیں۔

پوری قوم کا حکومت سے یہ سوال ہے کہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں آب پارہ جیسی حساس جگہ (کہ جہاں پولیس اسٹیشن بھی انتہائی قریب تھا) پر وفاقی وزرا کی جان کو تحفظ حاصل نہیں تو پھر اس ملک میں کس کی جان محفوظ ہے؟ یہ علاقہ ''ریڈ زون'' (Redzone) کہلاتا ہے، جہاں سیکیورٹی ہر وقت ہائی الرٹ (High Alert) رہتی ہے۔ اس علاقے میں اس طرح کی واردات حکومت کے لیے یقیناً ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے صدر جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں نوری اور فنانس سیکریٹری حاجی عبداللطیف قادری سمیت ادارے کے دیگر اراکین نے اس سانحے پر شدید مذمت کرتے ہوئے گہرے افسوس اور غصے کا اظہار کیا اور علامہ سید حامد سعید کاظمی صاحب کی صحت یابی اور مرحومین کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی۔ ادارے کے جملہ اراکین کا حکومت سے پرزور مطالبہ ہے کہ وہ اس واقعے کی جلد از جلد چھان بین کر کے ملزمان کو قرار واقعی سزا دے اور علمائے اہلِ سنت کی (بالخصوص) اور عوامِ اہلِ سنت اور پوری قوم کی (بالعموم) جانوں کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا۔ مختصر تعارف

﴿یہ تعارف "معارفِ رضا" کے مقتدر قاری محترم مولانا محبوب عالم چشتی زید مجدہٗ (منڈی بہاء الدین) کے اصرار پر شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

میرے پیارے سُنّی بھائی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج اسلامی معاشرہ کن حالات سے دوچار ہے اور تمام ممالکِ اسلامیہ میں علومِ دینیہ کن مراحل سے گزر رہے ہیں؟ کسی بھی اہلِ علم و عمل سے پوشیدہ نہیں ہے لیکن کیرالا کے اسلامی تعلیمی بورڈ کے تحت آٹھ ہزار دینی و اسلامی مدارس ایک ہی نصاب کے فیضان سے ترقی پر گامزن ہیں جس کے باعث قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

جمعیۃ علماء اہل السنۃ والجماعۃ بعموم الھند جس کے صدر فضیلۃ الشیخ السید عبد الرحمن البخاری مدظلہ العالی، ناظمِ اعلیٰ فضیلۃ الشیخ ابو بکر بن احمد ملباری ہیں۔ اس جمعیۃ کا ایک متحرک و فعال اور لائقِ تحسین شعبہ کُل ہند اسلامی تعلیمی بورڈ (Islamic Educational Board of India) ہے جس کے ناظمِ اعلیٰ فضیلۃ الشیخ عبد القادر الملباری صاحب ہیں، جو مذکورہ بزرگ شخصیات کے اخلاص و تدبر اور فہم و فراست کے زیرِ سایہ شب و روز ترقی پذیر ہے۔ اور ان حضرات کی برکات سے ملیشیا، عرب امارات، کویت، بحرین وغیرہ ممالک میں اس ادارے کی شاخیں بڑی چابک دستی سے اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کی حفاظت میں پیہم مصروف ہیں لیکن ہم بڑے افسوس کے ساتھ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے ان اداروں میں اردو تعلیم کی کمی اور اردو بولنے والے صوبوں، ریاستوں اور ممالک سے رابطے کے فقدان نے تعارف سے دور رکھا جس کے سبب ان علاقوں کے مسلمانوں کی اکثریت ہمارے تعلیمی بورڈ سے فیض یاب نہ ہو سکی۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے اکابر اِدھر بھی توجہ مبذول فرمارہے ہیں۔ اس سلسلے میں اردو تعارف نامہ پیش کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ ﷺ ہمارے مقاصدِ حسنہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اردو بولنے والے علاقوں تک ہمارے تعلیمی نصاب کا دائرۂ اثر بڑھے۔

اس تعلیمی بورڈ کے مدارس کی یہ خوبی ہے کہ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے لیے دینی تعلیم کا معقول انتظام کیا گیا ہے جس کے باعث ان مدارس کے مستند اور فراغت پانے والے حضرات جدید و قدیم علوم سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہر شعبۂ زندگی میں خدمت انجام دیتے ہیں۔ علومِ عصریہ پر اُن کی گہری نظر نے انہیں معاشرے میں ممتاز مقام پر فائز کر رکھا ہے۔

اِس بورڈ کے تحت محلّے کے بچوں سے لے کر نوجوانوں تک دینی تعلیم کے لیے تجربہ کار اساتذہ کی نگرانی میں اپنے ہی ٹیکسٹ بک یعنی بورڈ کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جسے بورڈ کی نصاب کمیٹی تیار کرتی ہے اور بنیادی طور پر پانچ سال میں

تمام مسلمان بچے شریعتِ محمدیہ کے ضروری مسائل سے آگاہی حاصل کر لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے اسکولوں میں عصری علوم حاصل کرنے کے مواقع فراہم رہتے ہیں۔

طلبہ کے لیے کلاس سسٹم موجود ہے۔ پرائمری دینی تعلیم کے لیے علیحدہ مدارس اور نصاب ہیں جسے بچے بلوغت سے پہلے پہلے مکمل کر لیتے ہیں۔ ششماہی اور سالانہ امتحانات بورڈ کی طرف سے لیے جاتے ہیں۔ پچیس پچیس مدارس کو ڈویژن سطح پر تقسیم کر دیا جاتا ہے جس کا ضلعی اور مرکزی دفتر میں باقاعدہ اندراج ہوتا ہے۔ علمائے کرام کو تدریسی و تعلیمی خدمات سپرد کرنے سے قبل خصوصی تربیتی کورس پڑھایا جاتا ہے اور ٹریننگ دی جاتی ہے جو اساتذۂ کرام کورس کو باقاعدگی سے مکمل کرتے ہیں، انہیں بھی تحریری و تقریری امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔ بورڈ کی طرف سے رزلٹ آؤٹ ہوتا ہے اور اسناد جاری کی جاتی ہیں، پھر کہیں جاکر تعلیم و تدریس کی مسند پر فائز ہونے کی اجازت ملتی ہے۔

کُل ہند سُنّی تعلیمی بورڈ کے ماتحت مرکزی دفتر میں پچاس کلرک اور منیجر وغیرہ موجود ہیں۔ بورڈ کے نمائندے سال میں دو مرتبہ تمام مدارس کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی ماہانہ میٹنگ ہر ماہ کے دوسرے ہفتہ کو مرکزی دفتر میں ہوتی ہے اور اس کی رپورٹ ادارے کے اربابِ حلّ وعقد کو پیش کی جاتی ہے۔ ان تمام حضرات کے ماہانہ اخراجات، بورڈ کے مرکزی ادارے سے پورے کیے جاتے ہیں۔ بورڈ سے منسلک مدارس میں بچوں کے حاضری رجسٹر، اساتذہ کے حاضری دستخط اور دیگر کاغذات کا تمام اہتمام بورڈ کی طرف سے کیا کیا جاتا ہے۔

اس وقت بچوں کے لیے اردو میں جو کتابیں تیار کی گئی ہیں، وہ دینیات، عملیات، اخلاق و عقائد، تجوید و تصوف، تاریخ اور دیگر علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اس مشن کو عام کر کے بورڈ کی تمام کتابوں کو اپنے دینی مدارس اور پرائمری اسکولوں کے نصاب میں داخل کریں، مہربانی ہوگی اور مزید معلومات کے لیے رابطہ قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ دینی خدمات کے لیے ہم سب کو توفیق دے۔ آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مخلص
شاہ الحمید حسن ملباری
مبلغ کُل ہند سُنّی تعلیمی بورڈ

سمست کیرالا سُنّی تعلیمی بورڈ
مرکز کمپلیکس، کالیکٹ ۴، کیرالا، انڈیا

القرآن الکریم

DE HEILIGE QORAAN

ARABISCH - NEDERLANDS

عربی متن معہ ڈچ ترجمہ

از افادات کنز الایمان

از:۔ امام اہلسنت مجدد ملت مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی

ڈچ مترجم:۔ مولانا غلام رسول الدین قادری سروری
چشتی صابری قدوسی